وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

باب المفتوح
من
كتاب الروح

تالیف:
الامام شمس الدین ابی عبد اللہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ

ترجمہ و ترتیب و تدوین:
حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہ
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

الرُّوح

في الكلام على أرواح الأموات والأحياء بالدلائل
من الكتاب والسُّنَّة والآثار وأقوال العلماء

تأليف

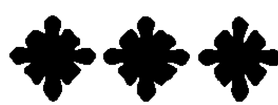
الإمام شمس الدين أبي عبد الله بن قيِّم الجوزية
المتوفى ٧٥١ هـ

حقَّقه وقدَّم له وعلَّق حواشيه
محمد اسكندر يلدا
ماجستير في اللغة العربية وآدابها

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

حضرت علّامہ ابن القیم محمد بن ابوبکر الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: صفر ۶۹۱ھ ...... وفات: ۷۵۱ھ

آپ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ اپنے استاذ کے علوم پھیلانے میں زندگی بھر شائق رہے۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ میں شدّت وحدت تھی۔ علامہ ابن القیم میں رأفت والفت تھی۔ اگر وہ جلال تھے تو یہ سراپا جمال تھے۔ نہ کسی سے حسد رکھتے تھے، نہ کسی کو ایذاء پہنچاتے تھے۔ آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف ''کتاب الروح'' کا ایک باب جو ''عذابِ قبر'' سے متعلق ہے، کی تلخیص اور اردو میں ترجمہ حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم نے کیا ہے۔ کتاب الروح کے اس حصہ کا ترجمہ ایک علمی وتاریخی دستاویز بن گئی ہے۔ اس مجموعہ میں اس کی شمولیت اس مجموعہ کی مزید ثقاہت کی دلیل ہے۔ اس کو بھی مجموعہ میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

چند اہم امور

حیات بعد الوفات پر آگے جو دلائل پیش ہوں گے ان سب کی بنیاد ہے موت کے بعد ان احوال میت اور احوال برزخ پر جن کی نبی کریم ﷺ نے امت کو خبر دی۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دلائل کو ذکر کرنے سے پہلے شیخ الاسلام ابن قیم ﷫ کی تحقیقات کی روشنی میں بطور تمہید چند امور کی وضاحت کر دی جائے تا کہ ان دلائل کا سمجھنا آسان ہو جائے اور ان امور سے عدم علم اور عدم واقفیت کی وجہ سے جو شکوک وشبہات پیدا ہو کر ان سے بے یقینی اور تذبذب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کی پیش بندی ہو جائے اور اگر شکوک وشبہات پیدا ہو چکے ہوں تو ان کا ازالہ ہو جائے وہ امور درج ذیل ہیں۔

(۱) حیات وموت کا معنی، (۲) برزخ وعالم برزخ، (۳) شرعی قبر، (۴) بعد الوفات روح وبدن عنصری کے درمیان تعلق، (۵) عذاب کی تعریف، (۶) عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے یا روح اور بدن دونوں کو؟ (۷) عذاب قبر اور عذاب برزخ ایک ہے یا ان میں فرق ہے؟

حیات اور موت کی حقیقت

روح اور بدن عنصری کے درمیان تعلق مع التصرف کا نام حیات ہے پھر اس تعلق کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ روح بدن عنصری کے اندر داخل اور وہ بدن میں تصرف کرے۔ حالت بیداری میں حیات کی یہی صورت ہوتی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ روح بدن سے خارج اور باہر ہو لیکن روح کا بدن عنصری کے ساتھ تعلق اور اس میں تصرف ہو۔ جیسا کہ نیند کی حالت میں روح بدن سے باہر ہوتی ہے لیکن روح کا بدن کے ساتھ تعلق وتصرف قائم رہتا ہے۔ اسی تعلق وتصرف کی وجہ سے بحالت نیند آدمی زندہ رہتا ہے اور بدن عنصری سے روح کے تعلق وتصرف کے انقطاع کا نام موت ہے۔ معلوم ہوا کہ فقط روح کا بدن سے جدا ہونا اور بدن سے خارج ہو جانا اس کا نام موت نہیں بلکہ موت کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ روح کا بدن عنصری سے نکلنا اور بدن سے تصرف کا منقطع ہونا اور یہ بات واضح رہے کہ بدن عنصری سے روح کا یہ انقطاع صرف وعدہ موت پورا کرنے اور عالم دنیا سے عالم برزخ کی طرف منتقل ہونے کے لئے ہوتا ہے جو عام طور پر چند منٹوں میں ہو جاتا ہے۔

موت کی دو حیثیتیں

روح کے عالم برزخ کی طرف منتقل ہونے کے باوجود اس کا بدن عنصری کے ساتھ وقوع موت کے بعد فوراً تعلق قائم ہو جاتا ہے تعلق قائم ہو کر اس کی وجہ سے بدن عنصری میں ایک قسم کی مخفی حیات پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن عالم دنیا والی کھلی، حسی، شعوری حیات قیامت سے پہلے عادتاً حاصل نہیں ہوگی۔ پس عالم دنیا کی کھلی، حسی، شعوری

حیات کے اعتبار سے موت امر ممتد ہے اور عالم برزخ کی مخفی، غیر شعوری کے اعتبار امر غیر ممتد ہے۔ ''کل نفس ذائقۃ الموت'' (العنکبوت: ۵۷) اور ''الموت قنطرۃ المؤمن'' سے اسی طرف اشارہ ہے کہ موت کا وقوع اور ورود ایسے ہے جیسے کسی چیز کا چکھنا، نیز موت عالم دنیا اور عالم برزخ کے درمیان ایک پل ہے۔ بس روح نکلی، موت کا وقوع ہوا تو موت کے واقع ہوتے ہی عالم برزخ اور عالم برزخ کی مخفی، غیر شعوری حیات شروع ہوگئی۔ اب عالم دنیا کے اعتبار سے فوت ہونے والا مردہ ہے میت ہے۔ اسی وجہ سے اس پر موت کے احکام جاری ہوتے ہیں لیکن عالم برزخ کی مخفی غیر شعوری حیات کے اعتبار سے زندہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ موت کے دو اثر ہیں۔ ایک تو روح کا بدن عنصری سے تعلق وتصرف ختم ہو جاتا ہے جس سے دنیا والی کھلی اور شعوری حیات معدوم ہو جاتی ہے۔ دوسرا عالم برزخ کی غیر شعوری زیر پردہ مخفی حیات وجود میں آجاتی ہے۔ بعض علماء نے موت کے انقطاع تعلق وتصرف والی حیثیت کو دیکھا تو انہوں نے کہا موت عدمی چیز ہے۔ سو انہوں نے موت کی تعریف کی انقطاع الروح عن الجسد ظاہرا وباطنا یعنی بدن کے ظاہر وباطن سے روح کے تعلق وتصرف کا منقطع ہونا موت ہے۔ جب کہ بعض علماء نے بوجہ موت عالم برزخ کی طرف منتقل ہونے اور اس سے غیر شعوری حیات حاصل ہونے کو دیکھا تو انہوں نے موت کی تعریف یوں کی ''الانتقال من دار الی دار'' موت ایک دار سے دوسرے دار کی طرف یعنی عالم دنیا سے عالم برزخ کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے۔

شیخ الاسلام ابن قیم موت کے وجودی ہونے کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''ان الموت لیس بعدم محض وانما ھو انتقال من حال الی حال'' (کتاب الروح ص ۴۸ مسئلہ نمبر ۴) موت محض عدمی چیز نہیں بلکہ موت ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے۔ یعنی بدن عنصری عالم دنیا کی کھلی، حسی، شعوری حیات والی حالت سے منتقل ہوگیا عالم برزخ کی مخفی غیر شعوری حیات والی حالت کی طرف اسی طرح عالم دنیا کی حیات اور یہاں کے احوال تحت الاسباب تھے۔ جب کہ عالم برزخ کی حیات اور اس جہان کے احوال تحت الاسباب نہیں بلکہ مافوق الاسباب ہو کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تابع ہیں اور قدرت خداوندی کے ماتحت ہو کر وجود میں آتے ہیں۔

برزخ وعالم برزخ کی حقیقت

شیخ الاسلام ابن قیم نے جو موت کی تعریف کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ موت کے بعد فوراً میت عالم برزخ میں داخل ہو جاتی ہے اور عالم برزخ اتنا وسیع جہان ہے کہ عالم دنیا اس کا ایک حصہ ہے۔ اس لئے عالم دنیا میت کے لئے عالم برزخ کا حصہ بن جاتا ہے۔ پس میت کے لئے موت کے وقت سے لے کر قیامت تک کا سارا زمانہ برزخ زمانی ہے اور ہر جگہ میت کے لئے برزخ مکانی ہے۔ اس لئے میت جہاں بھی ہے وہ عالم برزخ میں ہے۔ میت قبر میں مدفون ہو تو قبر اس کے لئے برزخ ہے۔ اگر میت کو سولی پر لٹکا دیں تو وہ سولی اس کے لئے برزخ ہے۔ بکس میں بند کر دیں تو یہ بکس میت کے لئے برزخ ہے۔ حتیٰ کہ اگر میت کو جلا کر راکھ بنا کر ہوا میں اڑا دیں یا دریا میں بہا دیں یا اس کو چرند پرند، مچھلیاں کھالیں تو میت کے اجزاء وذرات جہاں جہاں ہیں وہی میت کا برزخ ہے۔ قرآن کریم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے: ”رب ارجعون لعلّی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا انھا کلمۃ ھو قائلھا و من ورائھم برزخ الی یوم یبعثون“ (المومنون:۹۹،۱۰۰) مرنے والا بوقت موت کہتا ہے اے میرے رب مجھے دنیا میں واپس لوٹا دے میں نے پہلے کوتاہی کی اب امید ہے کہ میں نیک عمل کروں گا وہ ہرگز نہیں لوٹ سکتا۔ بے شک یہ ایک بات ہے جو وہ کہتا ہے جو کبھی پوری نہ ہوگی۔ کیونکہ ان کے آگے قیامت کے دن تک (زمان ومکان) کے اعتبار سے برزخ ہے۔

پس ثابت ہوا کہ موت کے بعد ہی برزخ شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے میت جہاں بھی ہو اور جس حالت میں ہو وہ برزخ میں ہے جیسا کہ زندہ آدمی جہاں بھی ہو وہ عالم دنیا میں ہے۔ اسی طرح فوت ہونے والا جس حالت میں ہو اور جہاں بھی ہو وہ عالم برزخ میں ہے۔

خلاصہ یہ کہ قبر ارضی عالم برزخ کا حصہ ہے اور میت جو قبر میں مدفون ہے اس کا بدن عنصری برزخ میں ہے۔ یہ کہنا کہ ارضی قبر برزخ نہیں اور فوت شدہ کے لئے یہ دنیا کا جہان برزخ نہیں یہ سب باتیں کم فہمی یا بدفہمی اور کج فہمی کا نتیجہ ہے۔ کتاب کے حاشیہ میں محشی صاحب لکھتے ہیں: ”البرزخ ھو ما بین الدنیا و الاخرۃ قبل المحشر من وقت الموت الی القیامۃ و یقصد بہ ھذا القبر“ (کتاب الروح ص ۵۸) برزخ محشر سے پہلے دنیا اور آخرت کے درمیان ہے یعنی موت سے قیامت تک اور عذاب قبر کی بحث میں برزخ سے مراد قبر ہے۔

شرعی قبر کی حقیقت

شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”و مما ینبغی ان یعلم ان عذاب القبر ھو عذاب البرزخ فکل من مات و ھو مستحق للعذاب نالہ نصیبہ منہ قبر او لم یقبر فلو اکلتہ السباع او احرق حتی صار رمادا و نسف فی الھواء او صلب او غرق فی البحر وصل الی روحہ و بدنہ من العذاب ما یصل الی القبر“

(کتاب الروح ص ۷۴ مسئلہ نمبر ۶)

ان امور میں سے جن کا جاننا مناسب ہے ایک امر یہ ہے کہ عذاب قبر وہی عذاب برزخ ہے۔ پس جو آدمی فوت ہو جائے اگر وہ عذاب کا مستحق ہو تو اس کو عذاب کا حصہ پہنچتا ہے۔ قبر میں دفن کیا گیا ہو یا دفن نہ کیا گیا ہو۔ پس اگر اس کو درندوں نے کھا لیا یا جلا کر راکھ بنا کر اس کو فضا میں اڑا دیا یا میت کو سولی پر لٹکا دیا یا وہ دریا میں غرق ہو گیا تو ہر صورت میں عذاب اس کی روح اور بدن عنصری دونوں کو اسی طرح پہنچتا ہے جس طرح مدفون کی روح اور بدن عنصری کو عذاب پہنچتا ہے۔ اس سے چند امور ثابت ہوئے۔ (۱) عذاب قبر روح اور بدن کو پہنچتا ہے۔ (۲) بدن سے بدن عنصری مراد ہے۔ کیونکہ درندے بدن عنصری کو کھا سکتے ہیں، بدن مثالی کو نہیں کھا سکتے۔ جلا کر راکھ بنایا جاتا ہے۔ بدن عنصری کو بدن مثالی کو جلا کر راکھ نہیں بنایا جا سکتا۔ دریا میں غرق ہوتا ہے بدن عنصری نہ کہ بدن مثالی۔ لہٰذا عذاب قبر روح اور بدن عنصری کو ہوتا ہے، اسی طرح راحت و ثواب بھی پہنچتا ہے روح اور بدن عنصری کو۔ (۳) جب بدن عنصری مدفون ہو تو اس بدن عنصری کو عذاب قبر ہوتا ہے اور اگر مدفون نہ ہو بلکہ جل کر راکھ ہو کر ہوا میں اڑا دیں یا میت کو درندے کھا لیں یا دریا میں مچھلیاں کھا لیں تو اس کے ذرات کو عذاب قبر ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قبر فقط گڑھے کا نام نہیں بلکہ قبر اس جگہ کا نام ہے جہاں میت کا بدن ہو یا جہاں بدن کے ذرات ہوں۔ کیونکہ وہ جگہ جہاں میت کے بدن کو یا اس کے ذرات کو عذاب ہوتا ہے اس کو عذاب قبر کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہاں اور کوئی قبر نہیں۔

معلوم ہوا کہ بدن مدفون ہو یا غیر مدفون یا اس کے ذرات جس جگہ معذب ہیں وہ جگہ قبر ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں: "کل موضع فیہ مقرہ فھو قبرہ" ہر وہ جگہ جو میت کی جائے قرار ہے وہ اس کی قبر ہے۔ (خواہ میت اپنی اصلی شکل میں ہو یا مٹی ہو جائے یا جس حالت میں بھی ہو) (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۳۴۷ فصل نمبر ۱ باب اثبات عذاب القبر)

اور تفسیر جلالین میں "للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون" کی تفسیر میں لکھا ہے: "لصار بطن الحوت لہ قبرا الی یوم القیامۃ" البتہ مچھلی کا قیامت تک اس کے لئے قبر ہو جاتا۔ کیونکہ یونس علیہ السلام کا بدن عنصری پیٹ میں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ قبر اس جگہ کا نام ہے جہاں جسم یا جسم کے ذرات ہوں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں ایک طویل فہرست ان معاصی کی جو عذاب قبر کا سبب بنتے ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: "ومما کان اکثر الناس کذالک کان اکثر اصحاب القبور معذبین، والفائز فھم قلیل فظواھر القبور تراب وبواطنھا حسرات وعذاب، ظواھرھا بالتراب والحجارۃ النقوشۃ مبغیات وفی باطنھا الدواھی والبقیات تغلی بالحسرات کما تغلی القدور بما فیھا" اکثر لوگ ان معاصی میں مبتلاء ہیں تو عذاب قبر کے ساتھ معذب بھی زیادہ لوگ ہیں۔ ان میں سے کامیاب ہونے والے قلیل ہیں۔ قبور کا ظاہر مٹی مگر باطن میں ندامت اور عذاب ہے۔ ظاہر پر مٹی اور نقش دار پتھر اور ان کے باطن مصائب اور عذابات باطن میں ندامتیں پریشانیاں اور غم، اس طرح ابل رہے ہیں جیسے ہانڈیوں میں ہانڈی کے اندر والی چیز ابلتی ہے۔ معلوم ہوا کہ قبر وہی ہے جس پر لوگ نقش و نگار کرتے ہیں وہ وہی ہے جہاں عنصری بدن ہے عذاب قبر بھی وہیں ہوتا ہے۔

وفات کے بعد روح اور بدن عنصری کے درمیان تعلق

موت کے وقت فرشتے روح کو قبض کر کے آسمانوں سے گزرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاتے ہیں۔ اگر وہ میت جنتی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کا نام علیین میں لکھ دو اور اس کا اعمال نامہ بھی علیین میں رکھ دو اور اگر وہ میت دوزخی ہوتی ہے تو حکم ہوتا ہے کہ اس کا نام سجین میں لکھ دو اور اس کا اعمال نامہ بھی سجین میں رکھ دو اور اس کی روح کو زمین کی طرف لے جاؤ۔ چنانچہ فرشتے اس کی روح کو میت کے بدن عنصری کے قریب لے جاتے ہیں۔ وہ بدن عنصری کے قریب رہتی ہے۔ حتیٰ کہ جب میت کو غسل دے دیا جاتا ہے تو روح کفن اور میت کے بدن عنصری کے درمیان داخل ہو جاتی ہے۔ پھر جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو روح کو میت کے بدن عنصری میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ داخل کر کے دنیا میں جو اس کی سمجھ، بوجھ اور عقل و شعور تھا وہ پورا پورا بحال کر دیا جاتا ہے۔ اتنے میں دو فرشتے منکر، نکیر قبر میں داخل ہو کر اس کو بٹھاتے ہیں اور تین سوال کرتے ہیں، سوال و جواب کے بعد روح کو جسد عنصری سے نکال کر راجح قول کے مطابق اس کو علیین یا سجین میں ٹھہرا دیا جاتا ہے۔ قبر میں روح کو جسد عنصری سے نکالنا یہ بھی ایک قسم کی موت ہے۔ جو سوال و جواب کے بعد قبر میں میت پر واقع ہوتی ہے اور یاد رہے کہ قبر والی یہ موت فقط غیر انبیاء پر واقع ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام پر واقع نہیں ہوتی۔ اس لئے خلیفۃ الرسول، خلیفہ بلا فصل حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کفن اور تدفین سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی کے قریب کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الوفات کا اعلان پہلے کرتے ہیں۔ یہ اعلان کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس

جا کر موت کا اعلان بعد میں کرتے ہیں۔ چہرہ انور سامنے ہے اور حیات کا اعلان یوں کرتے ہیں: "والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا" اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ آپ کو کبھی بھی دو موتیں نہیں چکھائے گا۔ یعنی دنیا میں جو موت آنی تھی وہ آ چکی۔ مگر جب وفات کے بعد اللہ تعالیٰ آپ کے عنصری جسد مبارک میں جو حیات بحال کریں گے تو اس کے بعد غیر انبیاء کی طرح آپ ﷺ پر دوسری موت واقع نہ ہوگی۔ پس آپ اپنی قبر شریف میں اب تک بدن عنصری کے ساتھ اب تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ لیکن یہ حیات مخفی ہے۔ اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام بھی اپنی قبور میں اجساد عنصریہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ اگرچہ غیر انبیاء پر قبر میں دوسری موت واقع ہوتی ہے۔ تاہم یہ بات واضح رہے کہ غیر انبیاء کی دنیا والی موت ہو یا قبر والی موت ہو، دونوں میں اخراج روح کے بعد بھی روح کا بدن عنصری کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔ اسی تعلق کی وجہ سے میت کے بدن عنصری میں اتنی حیات پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے میت کو بدن عنصری میں راحت و تکلیف اور عذاب و ثواب کا احساس اور شعور و ادراک ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الروح کے متعدد مقامات میں بعد الوفات روح اور بدن عنصری کے درمیان اتصال و تعلق کی صراحت کی ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں: (۱) "والروح لم تزل متعلقة ببدنها وان بلی وتخرق" (کتاب الروح ص ۵۸) اور روح کا ہمیشہ بدن (عنصری) کے ساتھ تعلق رہتا ہے، وہ اگرچہ بوسیدہ ہو جائے اور پھٹ کر بکھر جائے۔ (۲) نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا اور چھٹے یا ساتویں آسمان پر بھی دیکھا۔ اس کے متعلق شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "فالروح کانت هناک ولها اتصال بالبدن فی القبر واشراف علیه وتعلق به بحیث یصلی فی قبره ویرد سلام من سلم علیه وهی فی الرفیق الاعلی" (کتاب الروح ص ۶۰) پس روح آسمان پر تھی اور اس کا قبر میں بدن کے ساتھ تعلق، التفات اور اتصال تھا اور اسی تعلق کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور قبر کے پاس سلام کرنے والے کے سلام کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ (۳) ضغطۂ قبر (یعنی قبر کا میت کو دبانا) کی احادیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: "ومعلوم ان هذا کله للجسد بواسطة الروح" (کتاب الروح ص ۷۳) اور یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ قبر کا بدن عنصری کو بھینچنا اور دبانا روح کے واسطہ سے ہوتا ہے۔ (۴) "وهی متعلقة ببدنها لم تنقطع عنه کل الانقطاع" (کتاب الروح ص ۸۱، ۸۲) وفات کے بعد روح کا بدن کے ساتھ تعلق رہتا ہے روح بدن عنصری سے کلی طور پر منقطع نہیں ہوتی۔

عذاب کی تعریف

"العذاب ایصال الالم الی حیّ هو انا وذلا" (الفتوحات الالٰہیہ المعروف جمل ج ۱ ص ۱۵، روح المعانی ج ۱ ص ۱۳۷) عذاب یہ ہے زندہ آدمی کو تکلیف پہنچانا رسوا اور ذلیل کرنے کے لئے۔ علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ لکھتے ہیں: "لان العذاب والالم لم یصح الا لحیّ" (اتحاف السادۃ ج ۱۰ ص ۳۷۷) عذاب اور تکلیف زندہ آدمی کے علاوہ کسی کو نہیں ہو سکتا اور علامہ عینیؒ لکھتے ہیں: "واذا ثبت التعذیب ثبت الاحیاء والمسائلة لان کل من قال بعذاب القبر قال بهما" (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۵) جب قبر میں عذاب ثابت ہو گیا تو قبر میں حیات اور سوال و جواب بھی ثابت ہو گیا۔ کیونکہ جو بھی عذاب قبر کا قائل ہے وہ حیات قبر اور قبر میں سوال و جواب کا بھی قائل ہے۔

شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ومن تفرقت اجزانه لا یمتنع علی من ھو علی کل شئ قدیر ان یجعل للروح اتصالا بتلک الاجزاء وقربة علی تبادما بینھما وقربه ویکون فی تلک الاجزاء شعور بنوع من الالم واللذة'' (کتاب الروح ص۹۰) وہ میت جس کے اجزاء بکھر جائیں تو ''علی کل شئ قدیر'' ذات پر کوئی مشکل نہیں کہ روح اور جسم عنصری کے ایک دوسرے سے دور ہونے کے باوجود ان کے درمیان اتصال اور قرب پیدا کر کے ان اجزاء میں تکلیف ولذت کا شعور پیدا کر دے۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ عذاب کی تکلیف اور ثواب کی لذت کا میت کو احساس وشعور تبھی ہوگا جب ان میں حیات ہو۔ پس جب میت کے منتشر اجزاء میں حیات وشعور ثابت ہوا تو محفوظ ومعطر اجساد وابدان میں بطریق اولیٰ حیات وشعور ہوگا۔

عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے یا روح اور بدن عنصری دونوں کو؟

اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک روح اور بدن عنصری دونوں کو ہوتا ہے۔ البتہ معتزلہ وغیرہ کے نزدیک فقط روح کو ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: (۱) ''وقد سئل شیخ الاسلام عن ھذہ المسئلة فقال بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعا باتفاق اھل السنة والجماعت'' (کتاب الروح ص۶۶)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے عذاب قبر کے مسئلہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا عذاب فقط روح پر نہیں بلکہ اہلسنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ (۲) ''فاذا عرفت ھذہ الاقوال الباطله فلتعلم ان مذھب سلف الامة وائمتھا ان المیت اذا مات یکون فی نعیم او عذاب وان ذالک یحصل لروحه وبدنه'' (کتاب الروح ص۶۷) جب عذاب قبر کے متعلق اقوال باطلہ آپ جان چکے تو حق مذہب بھی جان لیجئے۔ وہ یہ ہے میت جب فوت ہو جاتی ہے تو وہ نعمتوں میں یا عذاب میں ہوتی ہے اور یہ ثواب وعذاب اس میت کے روح اور اس کے بدن عنصری دونوں کو پہنچتا ہے۔ (۳) ضغطہ قبر کی احادیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں ''ومعلوم ان ھذا کله للجسد بواسطة الروح'' (کتاب الروح ص۷۳) اور یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ قبر کا دبانا جسد کو پیش آتا ہے بواسطہ روح۔ (۴) ''فکل من مات وھو مستحق للعذاب ناله نصیبه منه قبر او لم یقبر فلو اکلته السباع او احرق حتی صار رمادا ونسف فی الھواء او صلب او غرق فی البحر وصل الی روحه وبدنه من العذاب ما یصل الی المقبور'' (کتاب الروح ص۷۴) ہر وہ آدمی جو فوت ہو گیا۔ اگر وہ عذاب کا مستحق ہوتا ہے تو اس کے عذاب کا حصہ ہر حال میں اس کو پہنچتا ہے۔ خواہ اس کو دفن کیا گیا یا دفن نہ کیا گیا۔ پس اگر اس میت کے بدن عنصری کو درندوں نے کھا لیا یا وہ جلا دیا گیا۔ حتیٰ کہ وہ راکھ ہو گیا اور اس کو فضا میں اڑا دیا گیا یا وہ سولی پر لٹکا دیا گیا یا دریا میں غرق ہو گیا تو اس کے روح اور بدن عنصری کو وہی عذاب پہنچے گا جو مدفون اموات کی قبور کی طرف پہنچتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عذاب قبر روح اور بدن عنصری یا بدن عنصری کے ذرات کو پہنچتا ہے۔ اس بدن سے بدن مثالی مراد نہیں۔ کیونکہ نہ پرندے اور درندے اس کو کھاتے ہیں نہ کھا سکتے ہیں نہ اس کو جلا کر راکھ بنا کر فضا میں بکھیرا جاتا ہے اور نہ وہ دریا میں غرق ہوتا ہے۔ یہ سب احوال بدن عنصری کو پیش آتے ہیں۔ لہٰذا عذاب قبر کے مسئلہ میں بدن سے بدن عنصری مراد ہے۔

روح و بدن کے عذاب کی کیفیت

عذاب قبر اور عذاب برزخ ایک ہے۔ اہلسنت والجماعۃ کے نزدیک دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ قبر کے شرعی معنی کے لحاظ سے قبر اس جگہ کا نام ہے جہاں میت کا بدن یا اس کے اجزا ہوں اور چوں کہ عذاب روح اور بدن عنصری دونوں کو ہوتا ہے تو جس جگہ بدن یا اجزائے بدن ہوں گے عذاب وہیں ہوگا اور وہی جگہ شرعی قبر ہے اور قبر عالم برزخ کا حصہ ہونے کی وجہ سے وہ بھی برزخ ہے۔ اس لئے اس کو عذاب قبر بھی کہہ سکتے ہیں اور عذاب برزخ بھی۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن قیم لکھتے ہیں: ''وممایبنغی ان یعلم ان عذاب القبر ھو عذاب البرزخ'' اور ان چیزوں میں جن کا جاننا مناسب ہے یہ ہے کہ عذاب قبر وہی عذاب برزخ ہے۔

شیخ الاسلام ابن قیم ﷫ فرماتے ہیں: ''ان اللہ سبحانہ جعل الدار ثلاثا الخ'' (کتاب الروح ص ۸۱ مسئلہ نمبر ۷ فصل الامر الثالث) بے شک اللہ سبحانہ نے تین دار بنائے ہیں۔ دار دنیا، دار برزخ، دار القرار یعنی دار آخرت اور ہر دار کے مخصوص احکام ہیں جو خود اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں اور انسان بدن اور روح سے مرکب ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دار دنیا میں اصالۃً احکام کا تعلق جوڑا ابدان عنصریہ کے ساتھ اور ارواح کو ابدان کے تابع کیا۔ اسی وجہ سے احکام شریعت مرتب ہوتے ہیں۔ زبان اور دوسرے اعضاء بدن کی ظاہری حرکات پر اگرچہ دل میں نیت ان حرکات کے برعکس ہو اور احکام برزخ کو اصالۃً مرتب کیا ارواح پر اور ابدان کو ارواح کے تابع کیا۔ پس جیسا کہ احکام دنیا میں عذاب وثواب، راحت وتکلیف اصالتاً پہنچتی ہے۔ ابدان کو اور وہی عذاب وثواب ارواح کو بھی پہنچتا ہے۔ لیکن تبعاً اگر کوئی شخص دنیا میں براہ راست اصالۃً روح کو عذاب وثواب پہنچانا چاہئے تو یہ ناممکن ہے اس کے برعکس برزخ میں اصالتاً عذاب وثواب، راحت وتکلیف، لذت والم اصالتاً پہنچتا ہے روح کو اور بدن کو تبعاً۔

اس میں حکمت یہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ عذاب وثواب اصالتاً واقع ہوتا ہے انسان کے اس جز پر جو ظاہر ہوتا ہے اور جو جز مخفی ہوتا ہے وہی عذاب اس مخفی جز کو بھی ہوتا ہے مگر تبعاً۔ دنیا میں ابدان ظاہر ہیں جب کہ ارواح ابدان میں مخفی ہیں۔ گویا ابدان، ارواح کے لئے بمنزلہ قبور کے ہیں اور ارواح ان میں مخفی ہیں۔ برزخ میں ارواح ظاہر ہیں اور ابدان قبروں میں پوشیدہ اور مخفی ہیں۔ اس لئے برزخ میں اصالتاً عذاب ہوتا ہے ارواح کو' اور ابدان کو تبعاً ہوتا ہے لیکن ہوتا ضرور ہے۔ اس کا نمونہ دنیا میں موجود ہے کہ نیند میں راحت وتکلیف اصالتاً پیش آتی ہے روح کو اور وہی راحت وتکلیف بدن کو بھی پہنچتی ہے لیکن تبعاً۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ نیند میں ایک آدمی دیکھتا ہے کہ اس کو مارا جارہا ہے۔ صبح کو بیداری میں بدن میں اس کا اثر محسوس کرتا ہے۔ بعض دفعہ نیند میں کوئی چیز کھاتا ہے بیداری کے بعد منہ میں اس کا اثر محسوس کرتا ہے۔ پس اسی طرح برزخ عذاب وثواب اصالتاً واقع ہوتا ہے ارواح پر اور ابدان پر بھی وہی عذاب وثواب واقع ہوتا ہے لیکن تبعاً اور ظاہر ہے کہ ابدان عنصریہ سے عذاب وثواب موقوف ہے۔ ابدان عنصریہ کی حیات پر جب ابدان عنصریہ میں عذاب وثواب ہے تو حیات بھی ثابت، بلکہ موقوف علیہ پہلے ہوتا ہے موقوف بعد میں۔ حیات پہلے ہوگی تو اس کے بعد عذاب ہوگا اور دار القرار یعنی دار آخرت میں روح وبدن دونوں کو عذاب وثواب ہوگا اصالتاً۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

کتاب الروح کے دلائل پر اجمالی نظر

شیخ الاسلام امام ابن قیم رحمہ اللہ کی معروف کتاب، ''کتاب الروح'' میں گیارہ قسم کے دلائل مذکور ہیں جن سے انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوفات ثابت ہوتی ہے۔

(۱) آیات۔ (۲) وہ احادیث جن میں انبیاء علیہم السلام کی وفات کے بعد کے ایسے احوال مذکور ہیں جن سے انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوفات ثابت ہوتی ہے۔

(۳) وہ احادیث جن میں قبر کے اندر منکر نکیر کے سوال و جواب کا ذکر ہے۔

(۴) وہ احادیث جن میں قبر کے اندر میت کے ثواب وعذاب کا ذکر ہے۔

(۵) وہ احادیث جن میں ضغطہ قبر (میت کو دبانا) کا ذکر ہے۔

(۶) وہ احادیث جن میں میت کے انس پکڑنے کا ذکر ہے۔

(۷) وہ احادیث جن میں اہل قبور کو سلام کرنے کا ذکر ہے۔

(۸) وہ احادیث جن میں میت کے زائر کو پہچاننے کا ذکر ہے۔

(۹) وہ احادیث جن میں قبر کے پاس قرأۃ قرآن کا ذکر ہے۔

(۱۰) وہ احادیث جن میں میت کے لئے تلقین کرنے کا ذکر ہے۔

(۱۱) وہ احادیث جن میں سماع موتی کا ذکر ہے۔

اور ظاہر ہے کہ قبر میں ثواب وعذاب، سوال و جواب، اموات پر سلام، سماع موتی، میت کا سلام کرنے والے کو پہچاننا، میت کا انس پکڑنا، قبر کے پاس بعد از دفن قرآن پڑھنا، ضغطہ قبر، میت کو تلقین کرنا یہ سب امور موقوف ہیں۔ حیات فی القبر پر اس لئے ان سب احادیث سے عام اموات کے لئے قبر میں حیات ثابت ہوتی ہے۔ پس جب عام اموات کے لئے قبر میں حیات ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔ البتہ حیات فی القبر کے درجات مختلف ہیں۔ سب سے اعلیٰ درجہ کی حیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اس کے بعد دوسرے انبیاء علیہم السلام کی ان کے بعد شہداء کرام کی شہداء کے بعد عامۃ المؤمنین کی اور کفار کی۔ دلائل کے ذکر کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوفات کے بارے میں اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ تحریر کر دیا جائے۔

عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ

انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوفات کے متعلق اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعد از وفات اپنے اجساد عنصریہ کے ساتھ زیر پردہ مخفی حیات کے ساتھ اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وقد اخبرنا بانہ ما من مسلم یسلم علیہ الا رد اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام الی غیر ذالک مما یحصل من جملۃ القطع بان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم

وان کانوا موجودین احیاء وذالک کالحال فی الملائکۃ فانھم احیاء موجودون ولا نراھم'' نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ جو مسلمان بھی آپ پر سلام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح مبارک کو اس کی طرف متوجہ کر دیں گے۔ تاکہ آپ ﷺ سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیں۔ اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں ان مجموعہ احادیث سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کی حقیقت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ بس وہ ہم سے ایسے طور پر غائب کر دیئے گئے کہ اب ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔ ورنہ وہ اب بھی زندہ موجود ہیں۔ ان کا حال ایسے ہے جیسے ملائکہ زندہ موجود ہیں۔ لیکن ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔ (کتاب الروح ص ۴۸)

پس اسی طرح انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ موجود ہیں لیکن ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے کہ وہ اپنی قبور میں ہم سے غیب ہیں اور ان کی حیات بھی مخفی ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ کی حیات فی القبر کو حیات برزخی کہا جاتا ہے یعنی زیر پردہ مخفی حیات۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے حیات فی القبر پر تحقیق کرتے ہوئے۔ پہلے محمد بن حزم کا عقیدہ نقل کر کے اس کی تردید کی۔ ابن حزم نے لکھا: ''واما من ظن ان المیت یحیی فی قبرہ فخطأ'' جس نے یہ گمان کیا ہے کہ میت کو اس کی قبر میں زندہ کیا جاتا ہے یہ غلط ہے۔ (کتاب الروح ص ۵۶، ۵۷)

امام ابن قیم رحمہ اللہ اس کی تردید میں لکھتے ہیں: ''اما قولہ من ظن ان المیت یحیا فی قبر فخطا، فھذا فیہ اجمال ان اراد الحیاۃ المعھود الخ'' ابن حزم کے اس کلام میں اجمال ہے۔ اگر اس حیات سے دنیا والی کھلی معروف حیات مراد ہے جس میں روح بدن کے اندر قیام پذیر ہوتی ہے اور بدن کے اندر تدبیر و تصرف کرتی ہے۔ ''ویحتاج معھا الی الطعام والشراب واللباس'' اور اس حیات میں آدمی کھانے پینے اور لباس کا محتاج ہوتا ہے تو ایسی حیات کے ساتھ قبر میں زندہ ماننا واقعی غلط ہے۔ حس، عقل اور نص سے اس کی تکذیب ہوتی ہے۔ ''وان ارادبہ حیاۃ اخریٰ غیر ھذہ الحیاۃ المعھودۃ بل تعاد الیہ اعادۃ غیر الاعادۃ المالوفۃ فی الدنیا لیسأل ویمتحن فی قبرہ فھذا حق ونفیہ خطأ وقد دل علیہ النص الصحیح الصریح وھو قولہ فتعاد روحہ فی جسدہ''

اور اگر ابن حزم کی مراد یہ ہے کہ دنیا والی کھلی معروف حیات کے علاوہ دوسری حیات ہے جس میں روح کا اعادہ ہوتا ہے لیکن دنیا والی معروف کھلی حیات میں روح کا جو اعادہ تھا حیات بعد الوفات میں روح کا اعادہ دنیا والے اعادہ سے مختلف ہے اور قبر میں دنیا والی حیات سے مختلف نئی حیات اور روح کا اعادہ بھی دنیا والے اعادہ سے مختلف اعادہ کا ماننا ضروری ہے تاکہ میت سے قبر میں سوال کیا جائے اور اس کا امتحان کیا جائے۔ ''فھذا حق ونفیہ باطل'' ایسی حیات کا عقیدہ رکھنا حق ہے اور اس کی نفی و انکار کرنا باطل ہے۔ جب عام اموات کے لئے یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے اور اس کا انکار کرنا باطل ہے تو انبیاء علیہم السلام کی قبور میں اجساد عنصریہ کے لئے حیات کا عقیدہ رکھنا اور بھی زیادہ ضروری ہے اور انکار کرنا بدرجہا سیاہ ترین باطل عقیدہ ہے۔ (اللّٰھم اھدھم)

کتاب الروح کے دلائل کی تفصیل

کتاب الروح میں انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوفات پر متفرق طور پر مذکور گیارہ قسم کے دلائل کا اجمالی خاکہ پیش کیا گیا۔ ذیل میں ان گیارہ اقسام کی باحوالہ تفصیل ملاحظہ کیجئے:

قسم اوّل (قرآن کریم کی آیات مبارکہ)

دلیل نمبرا: "ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء عندربهم يرزقون (آل عمران: ۱۶۹)" جولوگ اللہ کے راستہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کے مردہ ہونے کا گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، ان کی حیات ان کے رب کے ہاں ظاہر ہے ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو جو کچھ عطاء کیا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ خوش ہیں اور ان کے وہ بھائی جو ابھی تک ان کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے، ان کی وجہ سے بھی خوش ہیں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہوگا نہ حزن۔ نیز وہ خوش ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کی وجہ سے اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔

شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ان الشهداء بعد قتلهم وموتهم احياء عند ربهم يرزقون، فرحين مستبشرين وهذه صفة الاحياء في الدنيا واذا كان هذا في الشهداء كان الانبياء بذالك احق واولى" قتل اور موت کے بعد شہداء یقیناً زندہ ہیں۔ ان کی حیات ان کے رب کے ہاں ظاہر ہے اور وہ رب کے مقرب ہیں۔ ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ وہ بہت ہی فرحت وراحت اور عافیت میں ہیں اور خوش ہیں۔ دنیا میں یہ صفت زندہ لوگوں کی تھی جب شہداء میں زندہ لوگوں کی صفات ہیں تو وہ حیات ہیں اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء اس اعزاز کے زیادہ حق دار ہیں۔ لہٰذا وہ بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔ (کتاب الروح ص ۴۸)

فائدہ: شہداء کے بارہ میں قرآن کریم نے بتایا کہ وہ خوش ہیں اس خوشی کی کئی وجوہ ہیں۔

۱...... "فرحين" وہ فرحت، راحت اور عافیت کے ساتھ ہیں اور ہر پریشانی سے محفوظ ہیں۔

۲...... "بما آتاهم الله" بوجہ شہادت ان کو درجہ ومرتبہ اعلیٰ عطاء ہوا۔

۳...... "من فضله" اللہ تعالیٰ کا فضل کہ اس نے شہادت کو قبول فرمایا قبول فرما کر درجہ شہادت عطاء کیا۔

۴...... "ويستبشرون بالذين" شہداء کو حق شفاعت نصیب ہوا کہ ان کی شفارش کی وجہ سے جو ان کے بھائی ابھی تک ان کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے ان پر نہ خوف ہوگا نہ حزن۔

۵...... "بنعمة" بے شمار اور بے مثال نعمتیں نصیب ہیں۔

۶...... "من الله" وہ نعمتیں اللہ عزوجل کی عالی، عظیم الشان ذات کی طرف سے ہیں۔

۷...... "وفضل" اور ایک زائد خاص عظیم ذات کی طرف سے عظیم نعمت ہے وہ ہے قرب خداوندی، دیدار الٰہی اور رب العالمین کی دائمی رضا۔

۸...... "وان الله لا يضيع" اللہ تعالیٰ اتنے قدردان ہیں کہ وہ مؤمنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔

دلیل نمبر ۲: "ونفخ في الصور فصعق من في السموات ومن في الارض الا من شاء الله ثم نفخ فيه اخرىٰ فاذاهم قيام ينظرون" (الزمر: ۶۸) اور صور میں پھونک ماری جائے گی پس ان پر جو آسمانوں میں ہیں اور ان پر جو زمین میں ہیں صعقہ طاری ہو جائے گا۔ پھر صور میں دوسری مرتبہ پھونک ماری جائے گی تو وہ سب کھڑے ہو جائیں گے اور بنظر حیرت دیکھ رہے ہوں گے۔

شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''فاما صعق غیر الانبیاء فموت و اما صعق الانبیاء فالاظھر انه غشی فاذا نفخ فی الصور نفخة البعث فمن مات حیی و من غشی علیه افاق'' (کتاب الروح ص ۴۷، ۴۸)
قیامت کے دن پہلا صور پھونکا جائے گا تو غیر انبیاء پر صعقہ بصورت موت طاری ہوگا اور انبیاء علیہم السلام پر بصورت بے ہوشی و غشی۔ پھر جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو جن پر موت واقع ہوئی وہ زندہ ہو جائیں گے اور جن پر بے ہوشی طاری ہوئی وہ بے ہوشی سے افاقہ پائیں گے اور ہوش میں آ جائیں گے۔

فائدہ: پہلا صور پھونکنے کے وقت زیر زمین یعنی مدفون کچھ ایسے لوگ ہوں گے جن پر موت طاری ہوگی اور کچھ زیر زمین ایسی شخصیات بھی ہوں گی جن پر غشی طاری ہوگی؟ غیر انبیاء پر موت طاری ہوگی۔ انبیاء علیہم السلام پر غشی۔ موت اور غشی اسی پر طاری ہوتی ہے جو پہلے زندہ ہو۔ مرتا وہی ہے جو زندہ ہو۔ بے ہوش بھی وہی ہوتا ہے جو زندہ ہو۔ پس معلوم ہوا کہ من فی الارض (یعنی اموات) اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ ورنہ جو پہلے ہی بے جان حیات سے عاری اور مردہ ہے۔ اس کے مرنے اور بیہوش ہونے کا کیا مطلب؟ پس معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام ہوں یا غیر انبیاء اپنی قبور میں تا قیامت زندہ ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کی حیات قوی اور سرور کائنات ﷺ کی اقویٰ اور اعلیٰ مگر غیر انبیاء کی حیات کمزور صرف اتنی حیات کہ جس سے عذاب و ثواب اور راحت و تکلیف کا ادراک ہو سکے۔ پھر دوسرا صور پھونکنے سے جن پر موت واقع ہوئی وہ زندہ ہو جائیں گے اور جن پر غشی طاری ہوئی وہ غشی سے افاقہ پائیں گے۔ افاقہ وہی پاتا ہے جو زندہ ہوتا ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں اجساد عنصریہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ اس لئے پہلا صور پھونکنے سے بے ہوش ہو جائیں گے دوسرے سے افاقہ پائیں گے۔

دلیل نمبر ۳: ''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا و فی الاخرة'' (ابراہیم: ۲۷) جو لوگ ایمان لائے اللہ ان کو ثابت قدم رکھتا ہے سچی بات پر (یعنی کلمہ توحید پر) دنیا میں اور آخرت (قبر) میں اس آیت کی تفسیر صاحب قرآن یعنی نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ ملاحظہ کیجئے: ''عن البراء بن عازب ان رسول اللہ قال المسلم اذا سئل فی قبرہ فشھد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ فذالک قول اللہ یثبت اللہ'' (کتاب الروح ص ۷۰)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان سے جب اس کی قبر میں سوال کیا گیا تو اس نے لا الہ الا اللہ کی اور محمد رسول کی گواہی دی۔ پس یہی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''یثبت اللہ الذین''

فائدہ: اس نبوی تفسیر کے مطابق فی الآخرۃ سے قبر مراد ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ قبر میں بوقت سوال اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو کلمہ توحید پر اسی طرح اس کو ثابت قدم رکھتا ہے جیسا کہ دنیا میں ثابت قدم رکھا اور ظاہر ہے کہ سوال زندہ سے کیا جاتا ہے جواب بھی زندہ دیتا ہے۔ ثابت قدم بھی وہی رہتا ہے جو زندہ ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قبر میں جو بدن عنصری ہے اس میں حیات ہوتی ہے اور وہ اس حیات کی وجہ سے قبر میں زندہ ہوتا ہے۔ جب عام مؤمن قبر میں زندہ ہیں تو منبع ایمان و ہدایت یعنی نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔

دلیل نمبر ۴: ''ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا'' (طٰہٰ: ۱۲۴) وہ آدمی جس نے میرے ذکر (قرآن کریم) سے اعراض کیا اس کے لئے تنگ زندگی ہوگی۔ شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''و ذکر فی الکافر ضد ذالک الی ان قال ثم یضیق علیه قبرہ الی ان تختلف فیه اضلاعه فذالک المعیشة الضنک التی قال اللہ تعالٰی فان له معیشة ضنکا و نحشرہ یوم القیامة اعمٰی'' اور کافر کے بارے میں اس کے برعکس ذکر کیا گیا

ہے فرمایا پھر کافر پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی۔ حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔ یہی ہے تنگ زندگی جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ پس تحقیق اس کافر کے لئے تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ (کتاب الروح ص ۷۱)

تنبیہ: شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ''واما الجواب المفصل فهو ان نعيم البرزخ وعذابه مذكور فی القرآن'' تفصیلی جواب یہ ہے کہ برزخ کی نعمتوں کا اور برزخ کے عذاب کا قرآن کریم کے متعدد مقامات میں ذکر کیا گیا ہے۔ (کتاب الروح ص ۹۴ مسئلہ نمبر ۸)

پھر اسی مسئلہ کے اخیر میں لکھتے ہیں: ''وانت اذا تأملت احاديث عذاب القبر ونعيمه وجدتها تفصيلا وتفسير المادل عليه القرآن'' جب آپ قبر کے عذاب وثواب کی احادیث میں غور کریں گے تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ قرآن کریم جس چیز پر دلالت کر رہا ہے یہ احادیث اس کی تفصیل وتفسیر ہے۔ (کتاب الروح ص ۹۶ مسئلہ نمبر ۸)

شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ کی عذاب قبر کے متعلق تحریر کردہ چند آیات ملاحظہ فرمائیں کہ یہ بھی حیات فی القبر اور حیات الانبیاء بعد الوفات کے بڑے مضبوط دلائل ہیں۔ کیونکہ قبر کا عذاب وثواب موقوف ہے حیات پر۔ جب عذاب قبر ثابت تو حیات قبر بقدر احساس وادراک ثابت۔ پھر جب عامۃ الناس کے لئے حیات قبر ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہے۔

دلیل نمبر ۵: ''ولو ترى اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائكة باسطوا ايديهم اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون بما كنتم تقولون على الله غير الحق وكنتم عن آياته تستكبرون'' (انعام: ۹۳) اور اگر تم وہ وقت دیکھ لو (تو بڑا ہولناک منظر نظر آئے) جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے (کہہ رہے ہوں گے کہ) اپنی جانیں نکالو، آج تمہیں رسوا کن عذاب دیا جائے گا۔ اس لئے کہ تم جھوٹی باتیں اللہ کی طرف منسوب کرتے تھے اور اس لئے کہ تم اس کی نشانیوں کے خلاف تکبر کا رویہ اختیار کرتے تھے۔

شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وهذا خطاب لهم عند الموت وقد اخبرت الملائكة وهم الصادقون انهم حينئذ يجزون عذاب الهون ولو تاخر عنهم ذالك الى انقضاء الدنيا لما صح ان يقال لهم اليوم تجزون'' یہ ان کو موت کے وقت مخاطب بنا کر کہا جاتا ہے اور یہ خبر فرشتوں نے بتائی ہے جو سچے ہیں کہ اسی وقت ان کو رسوا کن عذاب دیا جائے گا اور اگر یہ عذاب دنیا کے ختم ہونے تک ان سے مؤخر ہو جائے تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ الیوم تجزون کہ آج تم کو تمہارے جرائم کی سزا دی جائے گی۔ جب کہ اللہ اور اللہ کے فرشتے سچے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ان کی موت کے بعد اور قیامت سے پہلے رسوا کن عذاب شروع ہو جائے گا۔ یہی عذاب قبر اور عذاب برزخ ہے۔ جس کی تفصیل احادیث میں ہے۔ (کتاب الروح ص ۹۴ مسئلہ نمبر ۸)

دلیل نمبر ۶: ''وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار يعرضون عليها غدوا وعشيا ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب'' (المومن: ۴۵، ۴۶) اور فرعون کے لوگوں کو بدترین عذاب نے آگھیرا، آگ ہے جس کے سامنے انہیں صبح وشام پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن (حکم ہوگا کہ) فرعون کے لوگوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو۔

شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''فذکر عذاب الدارین ذکرا صریحاً لا یحتمل غیرہ'' (کتاب الروح ص ۹۴) خلاصہ یہ کہ ''ویوم تقوم الساعۃ'' میں فرعونی قوم کو آخرت کے عذاب کی وعید سنائی گئی اور اخروی انجام ان کو بتایا گیا، اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں پر واقع ہونے والے دو داروں کے عذاب کا صراحتاً ذکر فرمایا ہے۔ ''وحاق بآل فرعون'' میں دار دنیا میں واقع ہونے والے عذاب کا ذکر ہے اور ''النار یعرضون'' میں دار برزخ میں ان پر واقع ہونے والے عذاب کا ذکر ہے۔ پس دار دنیا اور دار آخرت کے درمیان میں فرعونی قوم کو جس آگ کا سامنا ہے یہی عذاب قبر اور یہی عذاب برزخ ہے جو روح و بدن دونوں پر واقع ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۷: ''فذرھم حتی یلاقوا یومھم الذی فیہ یصعقون یوم لا یغنی عنھم کیدھم شیئا و لا ھم ینصرون و ان للذین ظلموا عذاباً دون ذالک ولکن اکثرھم لا یعلمون'' (الطور: ۴۵ تا ۴۷) (اے پیغمبر) تم انہیں (ان کے حال پر) چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن سے جا ملیں جس میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ اس دن ان کی مکاری ان کے کچھ کام نہیں آئے گی اور نہ انہیں کوئی مدد مل سکے گی اور اس سے پہلے بھی ان ظالموں کے لئے ایک عذاب ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگوں کو پتہ نہیں ہے۔

اس آیت کے تحت شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''وھذا یحتمل ان یراد بہ عذابھم بالقتل و غیرہ فی الدنیا و ان یراد بہ عذابھم فی البرزخ و ھو اظھر لان کثیرا منھم مات و لم یعذب فی الدنیا و قد یقال و ھو اظھر ان من مات منھم عذب فی البرزخ، و من بقی منھم عذب فی الدنیا بالقتل و غیرہ فھو وعید بعذابھم فی الدنیا و فی البرزخ'' (کتاب الروح ص ۹۵) عذاب آخرت سے پہلے والے عذاب میں احتمال ہے کہ اس سے مراد ہو قتل وغیرہ کی صورت دنیا کا عذاب۔ لیکن قوی احتمال یہ ہے کہ اس سے عذاب برزخ مراد لیا جائے۔ کیونکہ ان میں سے بہت سے لوگ مر گئے اور ان کو دنیا میں کوئی عذاب بھی نہ دیا گیا اور ایک قوی احتمال یہ بھی ہے کہ جو ان میں سے مر گئے ان کو برزخ میں عذاب دیا گیا اور جو باقی رہ گئے ان کو دنیا میں قتل وغیرہ کی صورت میں عذاب دیا گیا۔ پس دونوں قوی احتمالوں کے مطابق ''عذابا دون ذالک'' سے عذاب برزخ ثابت ہوتا ہے اور یہ بات واضح ہو چکی ہے عذاب برزخ عذاب قبر کا دوسرا نام ہے۔ نام دو ہیں مصداق ایک یعنی ارضی شرعی قبر میں بدن عنصری یا بدن عنصری کے ذرات کا عذاب۔

دلیل نمبر ۸: ''ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون'' (السجدہ: ۲۱) اور اس بڑے عذاب (عذاب آخرت) سے پہلے بھی ہم انہیں اس سے کم درجے کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

اس آیت کے تحت شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''وقد احتج بھذہ الایۃ جماعۃ منھم عبداللہ بن عباس علی عذاب القبر و فی الاحتجاج بھا شئی لان ھذا عذاب فی الدنیا یستدعی بہ رجوعھم عن الکفر و لم یکن ھذا مما یخفی علی حبر الامۃ و ترجمان القرآن'' اہل علم کی ایک جماعت نے اس آیت سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے اور اس سے حجت پکڑی ہے۔ ان میں سے حبر الامت ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس بھی ہیں۔ مگر اس آیت کے ساتھ عذاب قبر پر حجت پکڑنے پر ایک اشکال ہے وہ یہ کہ اس کم درجہ والے عذاب کی حکمت یہ ہے تا کہ وہ کفر سے رجوع کر لیں اور رجوع عن الکفر دنیا میں ہو تو معتبر ہے بعد الوفات برزخ میں رجوع کریں تو اس کا اعتبار نہیں۔ لہٰذا اس کا تقاضا ہے کہ اس سے عذاب دنیا مراد لیں تا کہ رجوع عن الکفر والا نتیجہ مرتب ہو سکے۔ (کتاب الروح ص ۹۵)

شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ نے ''ولم یکن ھذا ممایخفی'' سے اس اشکال کا جواب دیا ہے اور بہت ہی عمدہ جواب ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایسی بات حبر الامت ترجمان القرآن پر مخفی نہیں رہ سکتی۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عباس نے جو عذاب قبر پر استدلال کیا ہے تو اس کی کوئی نہ کوئی ضرور مضبوط بنیاد ہونی چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ ''ولنذیقھم من العذاب الادنی'' میں من تبعیضیہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم ضرور بالضرور بڑے عذاب سے پہلے کم درجہ کے عذاب کا کچھ حصہ دنیا میں ان کو چکھائیں گے اور جو اس کا باقی حصہ رہ جائے گا وہ برزخ میں دیں گے اور اگر کم درجہ والا سارا عذاب دنیا میں دے دیا گیا تو پھر من تبعیضیہ داخل کرنا بے فائدہ اور عبث ہو جاتا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ولھذا قال من العذاب الادنی ولم یقل العذاب الادنی'' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''من العذاب الادنی'' اور یہ نہیں کہا: ''العذاب الادنی'' یعنی کم درجہ والے عذاب کا بعض حصہ چکھائیں گے۔ یہ نہیں کہ کم درجہ کا سارا عذاب چکھائیں گے۔ پس کم درجہ کا جو عذاب بچ جائے گا وہ برزخ میں چکھائیں گے اور یہی عذاب قبر ہے۔ اس کی مثال حدیث میں موجود ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''فیفتح لہ طاقۃ الی النار فیاتیہ من حرّھا وسمومھا ولم یقل فیاتیہ حرھا وسمومھا'' یعنی قبر میں کافر کے لئے نار جہنم کی طرف دروازہ کھول دیا جائے گا۔ پس اس سے کافر کی طرف نار جہنم کی حرارت اور اس کی زہریلی ہوا کا بعض حصہ پہنچے گا اور یہ نہیں کہ حرارت نار اور سموم نار کا سارا حصہ پہنچے گا۔ کیونکہ کافر کی طرف جو حرارت اور زہریلی ہوا پہنچے گی وہ اس کا بعض حصہ ہوگا اور اس کا اکثر حصہ باقی رہ جائے گا اور اللہ کے دشمن دنیا میں جس عذاب کو چکھتے ہیں وہ عذاب کا بعض حصہ ہوتا ہے اور اس کا اکثر حصہ ان کے لئے باقی رکھ لیا جاتا ہے۔

قسم دوم (احادیث احوال انبیاء بعد الوفات)

دلیل نمبر ۹: ''انہ قد صح عن النبی ﷺ ان الارض لاتأکل اجساد الانبیاء'' (کتاب الروح ص ۴۸، ۵۹) یہ پختہ تحقیقی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ سے صحیح حدیث مروی ہے۔ بے شک زمین انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو نہیں کھاتی۔ اس میں اشارہ ہے اس حدیث کی طرف کہ جمعہ کو مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود میرے اوپر پیش کیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ تو بوسیدہ ہو چکے ہوں گے درود کیسے پیش ہوگا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کو کھائے۔ پس آپ کا جسد مبارک محفوظ بھی ہوگا اور زندہ بھی۔ اس لئے درود پیش ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ درود روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر پیش ہوتا ہے۔ کیونکہ زمین کے کھانے یا نہ کھانے کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہے جو زمین میں مدفون ہے اس کا تعلق اکیلی روح یا روح اور جسد مثالی کے ساتھ نہیں۔ کیونکہ روح اور جسد مثالی اس ارضی قبر میں مدفون نہیں ہوتے اور نہ زمین ان کو کھا سکتی ہے۔ اگر روح اور جسم مثالی پر درود پیش ہونا ہوتا تو آپ جواب یوں دیتے کہ بوسیدہ ہوتا ہے جسد عنصری اور درود پیش ہوگا روح اور جسد مثالی پر۔ مگر آپ ﷺ نے یہ جواب نہیں دیا۔

پس ثابت ہوا کہ شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق درود پیش ہوتا ہے روح اور جسد عنصری پر اور یہ تب پیش ہو سکتا ہے کہ جسد عنصری میں حیات ہو اور اگر جسد عنصری میں حیات نہ ہو بلکہ صرف محفوظ ہو تو اس صورت میں درود پیش ہونے کے اعتبار سے بوسیدہ ہو جائے یا محفوظ رہ جائے دونوں میں کوئی فرق نہیں کہ نہ بوسیدہ

جسم سن سکتا ہے نہ بے جان محفوظ جسم، دونوں میں سلام سننے اور قبول کرنے کی صلاحیت نہیں تو کیا اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اشکال کہ بصورت بوسیدگی درود کیسے پیش ہوگا دور ہو جاتا ہے۔ کیا ''ان اللہ حرم ان تاکل اجساد الانبیاء'' والا جواب بے فائدہ اور عبث نہیں ہو جاتا۔

دلیل نمبر ۱۰: ''قال ﷺ فی الحدیث المتفق علی صحته فاکون اول من یفیق'' (کتاب الروح ص ۴۸) نبی کریم ﷺ کا فرمان ایک ایسی حدیث میں ہے جس کی صحت پر تمام محدثین حضرات کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا (جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو) تو سب سے پہلے بیہوشی سے افاقہ پاؤں میں گا۔ بے ہوشی سے افاقہ پاتا ہے زندہ آدمی۔ پس پہلے صور سے آپ کا بے ہوش ہونا دلیل حیات ہے۔ آپ پہلے قبر اطہر میں زندہ تھے تو بیہوش ہوئے اور افاقہ بھی پاتے رہے۔ زندہ آدمی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے وفات کے بعد جو حیات عطاء کی ہے وہ دائمی حیات ہے۔ وہ کبھی منقطع نہیں ہوگی۔

دلیل نمبر ۱۱: ''وقد صح عنه ان اللہ وکل بقبرہ ملائکه یبلغونه عن امته السلام'' (کتاب الروح ص ۵۹) اور تحقیق نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قبر اطہر کے لئے فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو آپ کی امت کا سلام آپ تک پہنچاتے ہیں۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے سلام قبر کی طرف لے جاتے ہیں ان کی ڈیوٹی یہی مقرر کی گئی ہے اور قبر میں جسد عنصری ہے تو ظاہر ہے یہ سلام روح اور جسد عنصری دونوں پر پیش ہوتا ہے اور اگر سلام سننے قبول کرنے جواب دینے میں جسد عنصری شامل نہیں تو قبر کی طرف سلام پہنچانے کے لئے فرشتوں کے مقرر کرنے کا کیا فائدہ۔ ان کا قبر کی طرف سلام لے جانا اور پہنچانا دلیل ہے کہ قبر اطہر میں موجود جسد عنصری محفوظ بھی ہے اور اس میں حیات بھی ہے۔

دلیل نمبر ۱۲: ''وقد صح عنه انه رأی موسیٰ قائما یصلی فی قبرہ لیلة الاسراء ورأہ فی السماء السادسه او السابعه فالروح کانت هناک ولها اتصال بالبدن فی القبر واشراف علیه وتعلق به بحیث یصلی فی قبرہ ویرد سلام من سلم علیه وهی فی الرفیق الاعلیٰ ولاتنافی بین الامرین فان شان الارواح غیر شان الابدان وانت تجدالروحین المتماثلین المتناسبتین فی غایة التجاور والقرب وان کان بینهما بعدالمشرقین وتجدالروحین المتنافرتین والمتباغضتین بینهما غایة البعدوان کان جسداهما متجاورین متلاصقین ولیس نزول الروح وصعودها وقربها وبعد ها من جنس ما للبدن فانها تصعد الی ما فوق السمٰوات ثم تهبط الی الارض ما بین قبضها وجع المیت فی قبرہ وهو زمن یسیر لا یصعدن البدن وینزل فی مثله وکذالک صعودها وعودها الی البدن فی النوم والیقظة وقد مثلها بعضهم بالشمس وشعاعها فانها فی السماء وشعاعها فی الارض''

اور تحقیق نبی کریم ﷺ سے صحیح حدیث مروی ہے کہ آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں (نماز پڑھنا اور کھڑا ہونا زندہ کی صفت ہے مردہ کی نہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کا جسد عنصری قبر میں حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے عنصری اجساد مبارکہ بھی زندہ ہیں۔ منور) اور آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی دیکھا تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ روح تو چھٹے یا ساتویں آسمان میں تھی لیکن قبر میں موجود بدن عنصری کے ساتھ اس کا اتصال و تعلق تھا

اور تعلق بھی اتنا مضبوط کہ اس کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور سلام کرنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ رفیق اعلیٰ میں ہے اور ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں کہ روح رفیق اعلیٰ میں ہو اور اس کا اتصال و تعلق ہو قبر میں موجود جسد عنصری کے ساتھ کیونکہ ارواح کی حالت ابدان کی حالت سے مختلف ہے۔

دیکھئے ایسی دو روحیں جن کے درمیان تناسب و تشابہ ہو، ان کے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ اس فاصلہ کے باوجود ان کے درمیان انتہائی قرب اور مجاورت ہوتی ہے اور جن دو روحوں کے درمیان باہمی منافرت اور بغض ہو تو ان کے اجساد اگر چہ ایک دوسرے کے قریب بلکہ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔ پھر ان دو روحوں کے درمیان انتہائی بعد اور دوری ہوتی ہے۔ روح کا اترنا، چڑھنا، اس کا قرب و بعد بدن جیسا نہیں ہوتا۔ کیونکہ روح کے قبض ہونے اور میت کو قبر میں رکھنے کے درمیان جو تھوڑا سا زمانہ ہے روح اتنے وقت میں سات آسمانوں پر چڑھ کر زمین کی طرف اتر آتی (بلکہ تدفین سے بھی پہلے اتر آتی ہے۔ حتیٰ کہ میت کے غسل کے وقت قریب ہوتی ہے۔ منور) جب کہ بدن اتنے قلیل وقت میں نہ چڑھ سکتا ہے نہ اتر سکتا ہے۔ اسی طرح نیند اور بیداری کی حالت میں بھی روح تیزی کے ساتھ قلیل وقت میں اوپر چڑھتی بھی ہے اور لوٹتی بھی ہے۔ بعض علماء نے تیزی کے ساتھ روح کے اوپر چڑھنے اور اترنے کی مثال بیان کی ہے کہ جیسے سورج آسمان میں ہے اور اس کی شعاع زمین میں ہے۔ پس جیسے سورج آسمان پر ہے لیکن اس کا زمین کے ساتھ تعلق ہے کہ اس کی شعاعیں زمین میں ہیں اسی طرح روح اپنے مستقر میں ہوتا ہے لیکن اس کا قبر میں موجود جسد عنصری کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے جسد عنصری میں میت کے درجے کے مطابق حیات پیدا ہو جاتی ہے۔

دلیل نمبر ۱۳: ''عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ما من احد یسلم علیّ الا رد الله علیّ روحی حتی ارد علیه السلام'' (الروح ص ۱۸، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۲۴) جو بھی مجھ پر سلام کرے گا اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر کئے گئے سلام کی طرف متوجہ کر دیں گے۔ حتیٰ کہ میں سلام کا جواب دوں گا۔ سلام سننا، سلام قبول کرنا اور سلام کا جواب دینا یہ موقوف ہے حیات پر۔ پس معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا جسد عنصری قبر اطہر میں زندہ ہے۔

دلیل نمبر ۱۴: ''قال سلیمان بن سحیم رأیت النبی ﷺ فی النوم فقلت یا رسول الله! هولاء الذین یأتونک ویسلمون علیک اتفقه منهم؟ قال نعم وارد علیهم'' (الروح ص ۱۸) سلمان بن سحیم رحمہ اللہ کہتے ہیں مجھے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ لوگ جو آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ کو سلام کرتے ہیں تو کیا آپ ان کا سلام سنتے اور سمجھتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! میں سلام کو سنتا، سمجھتا ہوں اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ اپنی مدینہ منورہ والی قبر اطہر میں زندہ ہیں۔

قسم سوم حدیث سوال وجواب منکر نکیر

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فاما احادیث مسائلة منکر و نکیر فکثیرة و متواترة'' (کتاب الروح ص ۵۵) قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب کی احادیث بہت ہیں اور متواتر ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا: ''الاحادیث الصحیحة المتواترة تدل علی عود الروح الی البدن وقت السوال'' احادیث صحیحہ متواترہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت روح بدن کی طرف لوٹتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۶۶)

دلیل نمبر ۱۵: حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ: مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا مطلوبہ حصہ نقل کرنے سے پہلے اس حدیث کی اہمیت عند المحدثین وعند المحققین بیان کر دی جائے۔ چنانچہ امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ھذا حدیث مشہور مستفیض صححہ جماعۃ من الحفاظ ولا نعلم احدا من ائمۃ الحدیث طعن فیہ بل رووہ فی کتبھم وتلقوہ بالقبول وجعلوہ اصلا من اصول الدین فی عذاب القبر ونعیمہ ومسائلۃ منکر ونکیر وقبض الارواح وصعودھا الی بین یدی اللہ ثم رجوعھا الی القبر'' (کتاب الروح ص ۶۳)

یہ حدیث مشہور و مستفیض ہے، حفاظ کی ایک جماعت نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ائمہ حدیث میں سے ہم کسی کو نہیں جانتے جس نے اس حدیث پر طعن کیا ہو بلکہ انہوں نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور ائمہ حدیث کے ہاں اس حدیث کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو قبر کے عذاب و ثواب، منکر نکیر کے سوال و جواب، نیز روح کو قبض کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنا، پھر روح کا قبر کی طرف لوٹنا ان سب امور دین کے بارے میں یہ حدیث بنیاد ہے، بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور دین کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے۔

دوسرے مقام میں لکھتے ہیں: ''وذھب الی القول بموجب ھذا الحدیث جمیع اھل السنۃ والحدیث من سائر الطوائف'' (کتاب الروح ص ۵۶) اس حدیث کا جو مقتضی ہے فقہاء اور محدثین کے تمام طبقات نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

تیسرے مقام میں لکھتے ہیں: ''فقد کفانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر ھذہ المسألۃ واغنانا عن اقوال الناس حیث صرح باعادۃ الروح الیہ فقال البراء بن عازب'' (کتاب الروح ص ۵۵) قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت میت (بدن عنصری) کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے یا نہیں؟ امام ابن قیم اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کے بارہ میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں روح کے میت کی طرف لوٹنے کی صراحت کر کے ہمیں لوگوں کے اقوال سے مستغنی کر دیا ہے۔ آگے موصوف نے براء بن عازب کی حدیث نقل کی ہے۔

اس حدیث میں ہے: ''واعیدوہ الی الارض فانی منھا خلقتھم وفیھا اعیدھم ومنھا اخرجھم تارۃ اخری۔ فتعاد روحہ فی جسدہ فیاتیہ ملکان فیجلسانہ فیقولان لہ من ربک؟ فیقول ربی اللہ، فیقولان لہ ما دینک؟ فیقول دینی الاسلام، فیقولان لہ ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول ھو رسول اللہ فیقولان لہ وما علمک بھذا؟ فیقول قرأت کتاب اللہ فآمنت بہ وصدقت فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی فافرشوہ من الجنۃ وافتحوا لہ بابا الی الجنۃ قال فیأتیہ من ریحھا وطیبھا ویفسح لہ فی قبرہ مد بصرہ'' (کتاب الروح ص ۵۵)

اللہ جل شانہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ اس بندہ مؤمن کی روح کو زمین کی طرف لوٹا دو، کیونکہ میں نے اسی زمین سے اس کو پیدا کیا ہے اسی میں لوٹاؤں گا۔ پھر دوسری مرتبہ اسی زمین سے اس کو نکالوں گا اس حکم کے بعد بندہ مؤمن کی روح کو اس کے جسد (عنصری) میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے (منکر نکیر) آ جاتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں۔ بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ دوسرا سوال کرتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ تیسرا سوال کرتے ہیں: یہ آدمی کون ہے جو تم میں بھیجا گیا ہے؟ وہ کہتا ہے: یہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں: تجھے اس کا پتہ کیسے چلا؟ وہ کہتا ہے: میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا، میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی۔ آسمان سے

منادی کی آواز آتی ہے: میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ پس اس کے پاس جنت کی ہوا اور جنت کی خوشبو اس کی طرف آتی ہے اور اس کے لئے قبر تا حد نگاہ فراخ کر دی جاتی ہے۔

اور کافر کے بارے میں ہے: ''فتعاد روحه فی جسده ویاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان له من ربک فیقول هاه هاه لاادری فیقولان له ما هذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول هاه هاه لاادری سمعت الناس یقولون شیئا فقلته فینادی مناد من السماء ان کذب عبدی فافرشوه من النار وافتحوا له بابا الی النار فیأتیه من حرها وسمومها ویضیق علیه قبره حتی فیه اضلاعه'' (کتاب الروح ص ۵٦) کافر کی روح اس کے جسد (عنصری) میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں۔ اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں: ''من ربک؟'' وہ کہتا ہے: ''هاه هاه'' میں نہیں جانتا۔ پھر وہ پوچھتے: وہ آدمی جو تم میں بھیجا گیا۔ وہ کہتا ہے: ''هاه هاه'' میں نہیں جانتا۔ میں نے لوگوں سے ایک بات سنی وہ جو کچھ کہتے تھے میں نے بھی وہ کہہ دیا۔ پس آسمان سے ندا آتی ہے، میرے اس بندے نے جھوٹ بولا ہے۔ اس کے لئے آگ کا بستر بچھا دو اور اس کے لئے جہنم کی آگ کی طرف دروازہ کھول دو۔ سو اس کے پاس اس آگ کی تپش اور زہریلی ہوا آتی ہے اور اس پر قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے چند امور ثابت ہوئے:

(۱) منکر نکیر کے سوال وجواب کے وقت روح کو جسد عنصری میں لوٹا دیا جاتا ہے اور اس میں دنیا والی سمجھ بوجھ بحال کر دی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے جواب پر موقوف ہے قبر کا ثواب وعذاب تو اس کی سمجھ کا بحال ہونا ضروری ہے۔

(۲) روح کو اسی زمین کی طرف لوٹایا جاتا ہے کسی اور زمین کی طرف نہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے جس زمین سے اس کو پیدا کیا گیا، اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور انسان کا جسد عنصری اسی زمین سے پیدا ہوا ہے۔

(۳) سوال وجواب اور ثواب وعذاب اسی ارضی شرعی قبر میں ہوتا ہے بواسطہ روح اور بتعلق روح شرعی قبر جسد عنصری یا جسد عنصری کے اجزاء کے مستقر کا نام ہے وہ جہاں بھی ہو مستقر روح کا نام نہیں۔

(۴) عبارۃ النص سے عامۃ الناس کے لئے حیات فی القبر ثابت ہوئی اور بطور دلالۃ النص کے انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر ثابت ہوئی۔ قبر میں سوال وجواب اور اس پر مرتب ہونے والا ثواب وعذاب حیات فی القبر پر موقوف ہے۔

دلیل نمبر ۱٦: ''**فسائر الاحادیث الصحیحة صریحة فی ذالک مثل حدیث ابی هریرة فتصیر الی القبر فیجلس الرجل الصالح فی قبره غیر فزع ولا صعوق ثم یقال فما کنت تقول فی الاسلام ما هذا الرجل؟ فیقول محمد رسول الله جاءنا بالبینات من قبل الله فآمنا وصدقنا**'' (کتاب الروح ص ٦۴) پھر روح لوٹ جاتی ہے قبر کی طرف۔ پس نیک آدمی کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس پر کوئی گھبراہٹ نہیں ہوتی اور نہ کوئی روک ٹوک۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے اسلام کے بارے میں اور اس آدمی کے بارے میں آپ کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا محمد رسول اللہ۔ وہ اللہ کی طرف سے ہمارے پاس واضح احکام لے کر آئے، ہم ان پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کی۔ قبر میں سوال وجواب موقوف ہے حیات پر۔

دلیل نمبر ۱۷: امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''واحادیث المسائلة فی القبر کثیرة کما فی الصحیحین والسنن عن البراء بن عازب ان رسول اللہ ﷺ قال المسلم اذا سئل فی القبر فشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله فذالک قول الله یثبت الله الذین آمنوا'' قبر میں سوال و جواب کے بارہ میں بہت احادیث ہیں جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہیں۔ حضرت براء بن عازب سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے پھر وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے۔ یہی ہے اللہ تعالیٰ کا قول ''یثبت اللہ الذین'' (کتاب الروح ص ۷۰)

دلیل نمبر ۱۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے۔ اس میں ہے: ''فیقال له اجلس فیجلس قد مثلت له الشمس وقد دنت للغروب فیقال له هذا الرجل الذی کان فیکم ما تقولون فیه وما ذا تشهد به علیه فیقول دعونی حتی اصلی فیقولون انک ستصلی اخبرنا عما نسألک عنه ارئیت هذا الرجل الذی کان فیکم ما تقول فیه وما تشهد علیه؟ فیقول محمد اشهد انه رسول الله جاء بالحق من عند الله فیقال له علی ذالک حییت وعلی ذالک مت وعلی ذالک تبعث ان شاء الله'' نیک آدمی کو کہا جائے گا بیٹھ جا وہ بیٹھ جائے گا اس وقت اس کو سورج یوں دکھایا جائے گا گویا وہ غروب ہونے کے قریب ہے۔ اسے کہا جائے گا یہ آدمی جو تم میں بھیجا گیا اس کے بارہ میں آپ کیا کہتے ہیں؟ اور اس کے متعلق آپ کیا شہادت دیتے ہیں؟ وہ کہے گا مجھے چھوڑ دو تاکہ میں نماز پڑھ لوں۔ فرشتے کہیں گے آپ نماز پڑھ لیں گے ہم جو کچھ پوچھ رہے ہیں اس کے متعلق بتاؤ! وہ آدمی جو تمہارے پاس بھیجا گیا تھا اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں اور اس کے متعلق تمہاری کیا گواہی ہے؟ یہ بتایئے! وہ کہے گا محمد میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر آئے۔ اس کو کہا جائے گا تو اسی عقیدہ پر زندہ رہا اسی پر فوت ہوا اور ان شاء اللہ اسی پر قبر سے اٹھایا جائے گا۔ یہ سوال و جواب اور اتنی گفتگو قبر میں دلیل ہے بدن عنصری کی حیات فی القبر پر۔ (کتاب الروح ص ۷۰)

دلیل نمبر ۱۹: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے: ''ان المیت اذا وضع فی قبره'' میت کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے دوست احباب عزیز و اقارب واپس ہوتے ہیں تو میت کے پاس قبر میں دو فرشتے آتے ہیں وہ اس کو بٹھاتے ہیں، بٹھا کر اس سے سوال کرتے ہیں اس آدمی یعنی محمد ﷺ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں مؤمن کہتا ہے ''اشهد انه عبد الله ورسوله'' لیکن کافر اور منافق سے سوال کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا میں لوگوں کو سن کر اسی طرح کہتا جس طرح وہ کہتے تھے۔

دلیل نمبر ۲۰: صحیح ابی حاتم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے: ''اذا قبر احدکم اتاه ملکان'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس کالے رنگ، نیل گوں آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں ایک کا نام منکر دوسرے کا نام نکیر وہ دونوں میت کو کہتے ہیں اس آدمی یعنی محمد ﷺ کے بارہ میں آپ کیا کہتے تھے اگر مؤمن ہوتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے: ''هو عبد الله ورسوله اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله'' اور اگر وہ منافق ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا میں لوگوں سے جیسے سنتا ویسے کہہ دیتا۔ (کتاب الروح ص ۷۱)

دلیل نمبر ۲۱: ”وفی السنن من حدیث عثمان بن عفان قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفروا لاخیکم واسألوا له التثبیت فانه الآن یسأل“ سنن میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ جب میت کے دفن سے فارغ ہو جاتے تو قبر کے پاس ٹھہر گئے اور فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو۔ کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔ (کتاب الروح ص ۱۴۷)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت سے سوال و جواب اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے اسی لئے آپ اسی قبر کے پاس ٹھہر جاتے ہیں اور اسی قبر کے پاس میت کے لئے استغفار اور ثابت قدمی کی دعا کا حکم دیتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال بدن عنصری اور روح کے مجموعہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک تو آپ اسی قبر کے پاس ٹھہرتے جس میں میت کا بدن عنصری ہے۔ دوسرا آپ میت کے بدن عنصری کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو سوال و جواب ہوتا ہے اور اگر اکیلی روح سے سوال ہوتا ہے اور روح بھی قبر کے اندر بدن عنصری میں نہیں باہر کہیں عالم بالا میں ہے اور سوال وہاں ہوتا ہے تو قبر کے پاس ٹھہرنا اور قبر کے پاس استغفار اور ثابت قدمی کی دعا اور تدفین سے فراغت جیسے امور کے ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟

تیسرا یہ کہ میت کے بدن عنصری میں حیات ہے ورنہ سوال و جواب کیسے ہو سکتا ہے سوال و جواب موقوف ہے حیات پر کہ سائل کی طرح مجیب میں بھی حیات ہو۔

قسم چہارم (احادیث عذاب قبر و ثواب قبر)

دلیل نمبر ۲۲: امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”فاما احادیث عذاب القبر ومسائلة منکر ونکیر فکثیرة ومتواترة عن النبی ﷺ کما فی الصحیحین عن ابن عباس ان النبی ﷺ مر بقبرین فقال انهما یعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احدهما فکان لا یستبرئ من البول واما الآخر فکان یمشی بالنمیمة“ عذاب قبر اور قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب کے متعلق احادیث بہت ہیں اور متواتر ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور ایسے گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہے جن سے بچنا کوئی مشکل نہیں۔ ایک پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ (کتاب الروح ص ۶۸)

فائدہ: نبی کریم ﷺ جن دو قبروں کے پاس گزرے وہ اسی زمین پر تھیں اور ان میں عذاب کس کو ہو رہا تھا؟ ظاہر قبر میں جسد عنصری یا جسد عنصری کے اجزا و ذرات تھے تو عذاب بھی انہیں کو ہو رہا تھا۔ اس لئے یہ عقیدہ کہ عذاب اکیلی روح کو یا روح اور جسد مثالی کو ہوتا ہے، یہ غلط ہے اور جسد عنصری کو یا اس کے ذرات کو عذاب ہو رہا تھا۔ یہ تو تب ہو سکتا ہے جب جسد عنصری یا جسد عنصری میں حیات ہو جب عام موتی میں حیات فی القبر ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام میں بطریق اولیٰ ثابت ہو گئی۔

دلیل نمبر ۲۳: ”وفی صحیح مسلم عن زید بن ثابت قال بینما رسول اللہ ﷺ فی حائط لبنی النجار علی بغلته ونحن معه اذ حادت به فکادت تلقیه فاذا اقبر ستة او خمسة او اربعة۔ فقال ان هذه الامة تبتلی فی قبورها فلولا ان لا تدافنوا لدعوت اللہ ان یسمعکم عن عذاب القبر الذی اسمع منه ثم اقبل علینا

بوجهه فقال تعوذوا بالله من عذاب القبر قالوا نعوذ بالله من عذاب القبر'' صحیح مسلم میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خچر پر سوار ہو کر بنو نجار کے باغ میں داخل ہوئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ اچانک خچر بدکا حتیٰ کہ آپ کے گرنے کا خطرہ پیدا ہو گیا اور قریب ہی چھ یا پانچ یا چار قبریں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک یہ لوگ اپنی قبروں کے اندر عذاب میں مبتلاء ہیں۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو قبروں میں دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں تمہیں عذاب قبر کی وہ چیخ و پکار سناتا جو میں سن رہا ہوں۔ پھر رخ انور ہماری طرف کر کے فرمایا عذاب قبر سے اللہ کی پناہ پکڑو ہم نے کہا: نعوذ باللہ من عذاب القبر ہم قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ پکڑتے ہیں۔ (کتاب الروح ص ۶۸)

فائدہ: (۱) زمینی قبروں کے پاس عذاب کی آواز اور معذبین کی چیخ کو سن کر خچر کا بدکنا۔ (۲) نبی کریم ﷺ کا فرمانا ان قبروں میں مدفون لوگ عذاب میں مبتلاء ہیں۔ (۳) قبور میں تدفین چھوڑ دینے کا خوف نہ ہوتا تو میں تمہیں بھی عذاب کی آوازیں سناتا۔ ان امور سے معلوم ہوا کہ ان قبروں میں مدفون اجساد عنصریہ کو یا ان کے ذرات کو عذاب ہو رہا تھا اور عذاب موقوف حیات پر۔ پس اس حدیث سے قبور میں مدفون اجساد عنصریہ اور ان کے ذرات میں حیات ثابت ہوئی۔

فائدہ نمبر ۲: آپ ﷺ نے ان قبروں میں عذاب کی آواز اور معذبین کی چیخ و پکار کو سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا: ''تعوذوا بالله من عذاب القبر'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: نعوذ باللہ من عذاب القبر اس عذاب قبر سے استعاذہ کی جو بھی احادیث ہیں، ان میں عذاب قبر سے انہی ارضی قبروں میں مدفون یا غیر مدفون اجساد عنصریہ یا ان کے ذرات کا عذاب مراد ہے۔ پس عذاب قبر کی جتنی ادعیہ ہیں وہ حیات فی القبر کے ادلہ ہیں۔

دلیل نمبر ۲۴: ''وفي صحيح مسلم وجميع السنن عن ابي هريرة ان النبي ﷺ قال اذا فرغ احدكم من التشهد الاخير فليتعوذ من اربع من عذاب جهنم ومن عذاب القبر ومن فتنة المحيا والممات ومن فتنة المسيح الدجال'' صحیح مسلم اور تمام سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آخری تشہد سے فارغ ہو تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ پکڑے، عذاب جہنم، عذاب قبر، موت و حیات کا فتنہ اور دجال کا فتنہ۔ (کتاب الروح ص ۶۸)

دلیل نمبر ۲۵: ''وفي صحيح مسلم وغيره عن ابن عباس ان النبي ﷺ كان يعلمهم هذا الدعاء كما يعلمهم السورة من القرآن يقول قولوا اللهم اني اعوذبك من عذاب جهنم واعوذبك من عذاب القبر واعوذبك من فتنة المحيا والممات واعوذ من فتنة المسيح الدجال'' صحیح مسلم وغیرہ میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ دعا ایسے سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورۃ سکھاتے۔ فرماتے یہ دعا پڑھا کرو ''اللهم... الخ'' اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں جہنم کے عذاب سے میں پناہ پکڑتا ہوں قبر کے عذاب سے، میں تیری پناہ پکڑتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے، میں تیری پناہ پکڑتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے۔ (کتاب الروح ص ۶۸)

دلیل نمبر ۲۶: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ہے: ''وفي الصحيحين عن ابي ايوب قال خرج النبي ﷺ وقد وجبت الشمس فسمع صوتا فقال يهود تعذب في

قبورھا'' سورج غروب ہو چکا تھا نبی کریم ﷺ باہر کی طرف نکلے اور آپ ﷺ نے ایک آواز سنی تو فرمایا یہود کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ (کتاب الروح ص ۶۹)

دلیل نمبر ۲۷: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث ہے: ''قالت دخلت علی عجوز من عجائز یھود المدینۃ فقالت ان اھل القبور یعذبون فی قبورھم قالت فکذبتھا و لم انعم ان اصدقھا قالت فخرجت و دخل علی رسول اللہ فقلت یا رسول اللہ ان عجوز من عجائز یھود اھل المدینۃ دخلت فزعمت ان اھل القبور یعذبون فی قبورھم قال صدقت انھم یعذبون عذابا تسمعہ البھائم کلھا فما رایتہ بعد فی صلاۃ الا یتعوذ من عذاب القبر'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مدینہ کی بوڑھی یہودی عورتوں میں سے ایک بوڑھی عورت میرے پاس آئی۔ اس نے کہا بے شک اہل قبور کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے۔ میں نے اس کو جھٹلا دیا اور میں نے اس کی تصدیق کرنا درست نہ سمجھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وہ بوڑھی عورت چلی گئی۔ از ان کے بعد نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں نے کہا یا رسول اللہ مدینہ کی بوڑھی عورتوں میں سے ایک بوڑھی عورت میرے پاس آئی اس کا خیال یہ تھا کہ اہل قبور کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے یہود کو ان کی قبروں میں ایسا عذاب دیا جاتا ہے کہ سارے چوپائے اس عذاب کی آواز سنتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد میں نے آپ کو ہمیشہ اس طرح دیکھا کہ آپ ﷺ قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ پکڑتے ہیں۔ (کتاب الروح ص ۶۹)

دلیل نمبر ۲۸: ''وفی صحیح ابن حبان: عن ام مبشر قالت دخل علی رسول اللہ ﷺ و ھو یقول تعوذوا باللہ من عذاب القبر فقلت یا رسول اللہ و للقبر عذاب قال انھم لیعذبون فی قبورھم عذابا تسمعھم البھائم'' صحیح ابن حبان میں ام مبشر سے حدیث ہے وہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت آپ ﷺ عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑ رہے تھے میں نے کہا یا رسول اللہ کیا قبر میں بھی عذاب ہوتا ہے؟ فرمایا بے شک اہل قبور کو قبور میں ایسا عذاب دیا جاتا ہے جس کو چوپائے سنتے ہیں۔ (کتاب الروح ص ۶۹)

عذاب قبر کے ذریعے بیمار گھوڑوں کا علاج

امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب جانوروں کے پیٹ درد ہو جاتا تو لوگ ان بیمار جانوروں کو بالخصوص گھوڑوں کو یہود، نصاریٰ اور منافقین جیسے اسماعیلیہ، نصیریہ، قرامطہ وغیرہ جو مصر اور شام کے علاقہ میں ہیں ان کی قبور کی طرف لے جاتے۔ پس جب گھوڑے عذاب قبر کو سنتے تو ان میں گھبراہٹ اور حرارت پیدا ہو جاتی اور پیٹ کا درد ٹھیک ہو جاتا۔ (کتاب الروح ص ۶۹)

دلیل نمبر ۲۹: صحیح ابی حاتم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے جب سوال و جواب ہو جاتا ہے تو مومن کے ساتھ یوں معاملہ ہوتا ہے: ''ثم یفتح لہ باب الی الجنۃ فیقال لہ ھذا مقعدک و ما اعد اللہ لک فیھا فیزداد غبطۃ و سرورا ثم یفسح لہ فی قبرہ سبعون ذراعا و ینوّر لہ فیہ'' پھر اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے اور اس میت کو کہا جاتا ہے، یہ ہے تیرا ٹھکانہ اور اس میں جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھی ہیں وہ سب تیرے لئے ہیں تو اس کا شوق اور سرور بڑھ جاتا ہے۔ (کتاب الروح ص ۷۰)

اور کافر کے متعلق یوں ہے: ''ثم یضیق علیه قبره الی ان تختلف فیه اضلاعه'' پھر کافر پر قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

دلیل نمبر ۳۰: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے اس میں ہے کہ جب کافر اور منافق جواب دیتا ہے: ''لا ادری فیقولان لا دریت و لا تلیت ثم یضرب بمطراق من حدید بین اذنیه فیصح صیحة فیسمعها من یلیه غیر الثقلین'' منکر نکیر کہتے ہیں تو نہ جانتا تھا اور نہ جاننے والوں کی مانتا تھا (فرشتے اس کے اس جرم کا ذکر کرتے ہیں اور لوہے کے گرز کے ساتھ مارتے ہیں وہ کافر اتنا چیختا ہے کہ وہ چیخ سوائے جن وانس کے قریب والی مخلوق سنتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۱۹)

دلیل نمبر ۳۱: صحیح ابی حاتم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں ہے: ''ثم یفسح له فی قبره سبعون ذراعا فی سبعین ذراعا وینور له فیه ویقال له نم فیقول ارجع الی اهل و مالی فاخبرهم فیقولان نم کنومة العروس... حتی یبعثه الله من مضجعه ذالک و ان کان منافقا... یقال للارض التئمی علیه فتلتئم علیه حتی تختلف فیها اضلاعه فلا یزال معذبا حتی یبعثه الله من مضجعه ذالک وهذا صریح فی ان البدن یعذب'' سوال وجواب کے بعد پھر مؤمن کے لئے اس کی قبر چار اطراف میں انیس ہزار چھ سو (۱۹۶۰۰) ہاتھ فراخ کردی جاتی ہے اور اس کے لئے قبر کو روشن کر دیا جاتا ہے۔ اسے کہا جاتا ہے سو جا وہ کہتا ہے میں اپنے اہل ومال کی طرف واپس جانا چاہتا ہوں تاکہ میں ان کو جا کر قبر کی راحت و آسائش کی خبر دوں دونوں فرشتے اس کو کہتے ہیں دلہن کی طرح بے غم اور بے فکر ہو کر سو جا...... حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس جگہ سے اٹھائے گا اور منافق کے بارہ میں......زمین کو حکم ہوتا ہے کہ تو اس پر مل جا زمین اس پر مل جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ پس اس کو لگاتار عذاب ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے لیٹنے کی جگہ سے اٹھائے گا۔ امام ابن قیم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث قبر کے اندر بدن عنصری کے مبتلائے عذاب ہونے کی واضح دلیل ہے۔ (کتاب الروح ص ۱۷)

قسم پنجم (احادیث ضغطہ قبر)

دلیل نمبر ۳۲: امام ابن قیم رحمہ اللہ نے (کتاب الروح ص ۷۲) پر عنوان قائم کیا ہے: ''احادیث ضغطة القبر'' اس کے تحت امام موصوف نے تین حدیثیں نقل کی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے: ''عن نافع قال بلغنی انه شهد جنازة سعد بن معاذ سبعون الف ملک لم ینزلوا الی الارض قط ولقد بلغنی ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد ضم صاحبکم فی القبر ضمة'' حضرت نافع کہتے ہیں مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں ستر ہزار وہ فرشتے حاضر ہوئے جو کبھی زمین پر نہیں اترے اور اللہ کی قسم مجھے یہ بات بھی پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ تمہارے ساتھی (سعد بن معاذ) کو قبر نے کچھ بھینچا۔

دلیل نمبر ۳۳: ''عن نافع قال اتینا صفیة بنت ابی عبید امرأة عبدالله بن عمر وهی فزعة فقلنا ما شانک فقالت جئت من عند بعض نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت فحدثتنی ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال ان کنت لاری لو ان احدا اعفی من عذاب القبر لاعفی عنه سعد بن معاذ لقد ضم فیه ضمة'' حضرت نافع کہتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن عمر کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کے پاس آئے وہ گھبرائی ہوئی تھیں۔ ہم نے پوچھا آپ کا کیا حال ہو رہا ہے؟ انہوں نے

کہا میں نبی کریم ﷺ کی ازواج کے پاس سے آئی ہوں انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر کسی کو عذاب قبر معاف ہوتا ہوتا تو وہ سعد بن معاذ تھے لیکن قبر میں ان کو دبوچا اور بھینچا۔

دلیل نمبر ۳۴: ابراہیم ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا کہ ایک چھوٹے بچے کا جنازہ گزرا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا اے ام المؤمنین آپ کو کس چیز نے رلا دیا؟ فرمانے لگیں اس بچے نے! قبر کے اس بچے کو بھینچنے اور دبوچنے کے خوف سے روئی ہوں۔ امام ابن قیم ان تین حدیثوں کے بعد لکھتے ہیں: ''ومعلوم ان هذا كله للجسد بواسطة الروح'' یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ قبر کا جسد عنصری کو بھینچنا، دبوچنا روح کے واسطے سے ہوتا ہے۔ امام موصوف کی اس بات سے دو امر ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ قبر اسی جسد عنصری کو دباتی ہے یا اس کے ذرات کو۔ کیونکہ قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے یا اس کے ذرات جسم مثالی مراد نہیں۔ دوسرا یہ کہ قبر اصالتاً بھینچتی اور دبوچتی ہے روح کو اور بواسطہ روح کے جسد عنصری کو بھی بھینچتی ہے۔ بصورت ضغطہ عذاب قبر موقوف ہے حیات قبر پر۔

قسم ششم (احادیث اُنسِ میت)

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے کتاب الروح کا عنوان قائم کیا ہے: ''الميت يستأنس بالمشيعين'' تدفین کے بعد میت الوداع کرنے والوں کے ذریعے انس پکڑتی ہے۔ اس عنوان کے تحت امام موصوف لکھتے ہیں۔

دلیل نمبر ۳۵: ''وقد ثبت في الصحيح ان الميت يستأنس بالمشيعين لجنازة بعد دفنه'' اور تحقیق صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ بے شک میت جنازے کے دفن ہونے کے بعد الوداع کرنے والوں کے ذریعے انس حاصل کرتی ہے۔ ''فروى مسلم في صحيحه من حديث عبدالرحمن بن شماسه المهري قال حضرنا عمرو بن العاص وهو في سياق الموت فبكى طويلا وحول وجهه الى الجدار فجعل ابنه يقول مايبكيك يا ابتاه امابشرك رسول الله ﷺ بكذا فاقبل بوجهه فقال'' صحیح مسلم میں حدیث ہے عبدالرحمن بن شماسہ مہری کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور وہ قریب المرگ تھے انہوں نے چہرہ دیوار کی طرف کیا اور دیر تک روتے رہے۔ بیٹے نے پوچھا ابا جان آپ کو کس چیز نے رلا دیا؟ کیا آپ کو نبی کریم ﷺ نے فلاں خوشخبری نہیں دی؟ اب وہ بیٹے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''فاذا انا مت فلا تصحبني نائحة ولا نار فاذا دفنتموني فسنوا عني التراب سنا ثم اقيموا حول قبري قدر ما تنحر جزور ويقسم لحمها حتى استأنس بكم وانظر ماذا اراجع به رسل ربي''

جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازہ کے ساتھ نہ کوئی رونے والی عورت ہو نہ آگ، پھر جب تم مجھے دفن کر لو اور میرے پر مٹی ڈال دو تو اس کے بعد میری قبر کے اردگرد اتنی دیر ٹھہرے رہو جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تمہارے ذریعے انس حاصل کروں اور میں دیکھو کہ میں اپنے رب کے قاصدوں (منکر نکیر) کا کیا جواب دیتا ہوں۔ یہ حدیث نقل کر کے امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''فدل على ان الميت يستأنس بالحاضرين عند قبره ويسر بهم'' یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ میت قبر پر حاضر ہونے والوں کے ذریعے انس پکڑتی ہے اور ان کی وجہ سے خوش ہوتی ہے۔

دلیل نمبر ۳۶: ''ویروی من حدیث عائشة انها قالت قال رسول الله ﷺ ما من رجل یزور قبر اخیه فیجلس عنده الا استأنس به حتی یقوم'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مروی ہے وہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی بھی اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے پھر اس کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو صاحب قبر اس کے ذریعے انس پکڑتا ہے جب تک وہ بیٹھا رہتا ہے۔ قبر کے پاس بیٹھنے سے صاحب قبر کا انس پکڑنا موقوف ہے حیات قبر پر۔ (کتاب الروح ص ۱۸)

قسم ہفتم (احادیث سلام علی اہل القبور)

دلیل نمبر ۳۷: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں حدیث ہے: ''کان رسول الله ﷺ لیلهم اذا خرجوا الی المقابر ان یقولوا السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاءالله بکم لاحقون نسأالله لنا ولکم العافیة'' (کتاب الروح ص ۱۴۷) رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو سکھاتے تھے کہ جب وہ قبور کی طرف جائیں تو اس طرح کہیں اے اہل دار مؤمنین اور مسلمین اسلام علیکم ان شاء اللہ ہم بھی تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

فائدہ: (۱) اس حدیث کی اہمیت یہ ہے کہ یہ تعلیمی حدیث ہے جو غیر تعلیمی حدیث کے مقابلہ میں زیادہ حجت اور قابل اعتماد ہوتی ہے۔

(۲) الی المقابر: معلوم ہوا کہ کتاب وسنت میں قبر سے مراد بدن عنصری یا بدن عنصری کی جائے قرار ہے کہ صحابہ کرام انہی قبور کی طرف نکلتے تھے وہ عالم بالا کی طرف مستقر روح کی طرف نہیں جاتے تھے۔

(۳) اس میں چار خطاب کے صیغے ہیں: ''علیکم یا اهل الدیار، بکم، لکم'' اور خطاب اس کو ہوتا ہے جس میں حیات اور شعور وادراک ہو۔

(۴) اہل دار بھی انہی کو کہا جاتا ہے جو زندہ ہوں۔

(۵) مخاطب بنا کر سلام اور پھر ان سے یہ بات کہنا کہ ہم تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں، خطاب کر کے ایسی باتیں زندوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''وقد شرع النبی ﷺ لامته اذا سلموا علی اهل القبور ان یسلموا علیهم سلام من یخاطبونه فیقول المسلم السلام علیکم دار قوم مؤمنین وهذا خطاب لمن یسمع ویعقل ولولا ذالک لکان هذا الخطاب بمنزلة خطاب المعدوم والجماد'' اور تحقیق نبی کریم نے اپنی امت کے لئے یہ شرعی طریقہ جاری کیا ہے کہ جب وہ اہل قبور کو سلام کریں تو سلام ویسے کریں جیسے مخاطبین کو سلام کیا جاتا ہے۔ پس سلام کرنے والا یوں کہے السلام علیکم اے مؤمن قوم کے گھر والو! اور ایسا خطاب اسی کو کیا جاتا ہے جو سنتا، سمجھتا ہو اور اگر وہ سنتا سمجھتا نہ ہو تو یہ خطاب ایسے ہوگا جیسے کسی معدوم یا بے جان جماد کو خطاب کیا جائے اور سنتا سمجھتا وہی ہے جو زندہ ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ عام مؤمنین اموات میں بھی بقدر شعور وادراک اور بقدر احساس حیات ہوتی ہے تو انبیاء علیہم السلام میں بطریق اولیٰ حیات ہوگی اور کامل حیات ان کے شایان شان ہے۔

دلیل نمبر ۳۸: امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وقد علم النبی ﷺ امته اذا زار القبور ان یقولوا سلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاءالله بکم لاحقون یرحم الله المستقدمین منا

ومنکم والمستاخرین۔ نسأل اللہ لنا ولکم العافیہ'' (کتاب الروح ص ۱۳، حاشیہ میں ہے مسلم کتاب الطہارۃ ج ۱ ص ۲۱۸ (۳۹) ابوداؤد فی الجنائز ج ۳ ص ۲۱۶ (۷ ۳۲۳) مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۰، ۳۷۵، ۴۰۸، ابن ماجہ فی الجنائز ج ۱ ص ۴۹۳ (۱۵۴۶)) یہ حدیث نقل کر کے امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''وھذا السلام والخطاب والنداء لموجود یسمع ویخاطب ویعقل ویرد وان لم یسمع المسلّم الرد'' اور یہ سلام، خطاب اور نداء اس کو ہوتا ہے جو موجود ہو اور سنتا ہو، قابل خطاب ہو اور جواب بھی دے سکتا ہو۔ اگرچہ سلام کرنے والا اس کے جواب کو نہ سن سکتا ہو اور یہ سب کچھ موقوف ہے حیات فی القبر پر۔ (کتاب الروح ص ۱۳)

دلیل نمبر ۳۹: ''وفی صحیح مسلم ان عائشۃ سألت النبی ﷺ کیف تقول اذا استغفرت لاھل القبور قال قولی السلام علی اھل الدریا من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاءاللہ بکم للاحقون'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ آپ اہل قبور کے لئے کیسے استغفار کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا آپ یوں کہا کرو اہل دیار مؤمنین اور مسلمین پر سلام، اللہ ان سب پر رحم کرے جو ہم میں سے پہلے دنیا سے گزر گئے اور ان پر بھی جو ہمارے بعد گزریں گے اور بے شک ہم ان شاءاللہ تمہارے ساتھ لاحق ہوں گے۔ (کتاب الروح ص ۱۴۷)

دلیل نمبر ۴۰: صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث ہے: ''ان رسول اللہ ﷺ خرج فی لیلتھا من آخر اللیل الی البقیع فقال السلام علیکم دار قوم مؤمنین واتاکم ماتوعدون غدامؤجلون وانا ان شاءاللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع غرقد'' بے شک رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری والی رات، رات کے آخری حصہ میں جنت البقیع کی طرف نکلے۔ پس کہا اے مؤمن قوم کے اہل دار تم پر سلام مستقبل میں جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور تمہیں مہلت دی گئی تھی وہ چیز تم پر آچکی اور ان شاءاللہ ہم بھی تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔ اے اللہ بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔ (کتاب الروح ص ۱۳)

قسم ہشتم (احادیث معرفت میت)

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کا آغاز اسی مسئلہ سے کیا ہے عنوان قائم: ''اما المسئلۃ الاولی وھی ھل تعریف الاموات بزیارۃ الاحیاء وسلامھم علیھم ام لا؟'' پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جب زندہ لوگ قبور کی زیارت کریں اور اموات پر سلام کریں تو کیا اموات کو احیاء کی زیارت اور سلام کا پتہ چلتا ہے یا نہیں؟ اور کیا اموات زائر اور سلام کنندہ کو پہچانتے ہیں یا نہیں۔ امام موصوف نے اس کے اثبات پر متعدد دلائل اور واقعات ذکر کئے ہیں اور ظاہر ہے کہ زائر وزیارت، سلام کنندہ اور اس کے سلام کی معرفت موقوف ہے قبر میں بدن عنصری کی حیات پر۔ امام موصوف کے پیش کردہ چند دلائل اور واقعات ملاحظہ کیجئے۔

دلیل نمبر ۴۱: ''فقال ابن عبدالبر ثبت عن النبی ﷺ انہ قال مامن مسلم یمرّ علی قبر اخیہ کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا ردّاللہ علیہ روحہ حتی یردّ علیہ السلام'' محدث ابن عبدالبر نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو صاحب قبر دنیا میں پہچانتا تھا۔ پھر وہ اس پر سلام کرے تو اللہ تعالیٰ میت کی روح کو اس پر لوٹا دیتا ہے تاکہ وہ سلام کا جواب دے۔ یہ

حدیث لکھ کر امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فھذا نص فی انہ یعرفہ بعینہ و یرد علیہ السلام'' یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صاحب قبر گزرنے والے کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ نیز امام ابن قیم لکھتے ہیں: ''والسلف مجمعون علی ھذا وقد تواترت الاثار عنھم بان المیت یعرف زیارۃ الحی لہ ویستبشر بہ'' سلف کا اس پر اجماع ہے کہ میت زندوں کی زیارت اور سلام کو جانتی پہچانتی ہے اور سلف سے تواتر کے ساتھ احادیث مروی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ میت زندہ آدمی کی زیارت کو پہچانتی ہے اور اس زندہ کی وجہ سے خوش ہوتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۹)

دلیل نمبر ۴۲: ''عن ابی ھریرۃ قال اذا مر الرجل بقبر اخیہ یعرفہ فسلّم علیہ ردّ علیہ السلام وعرفہ واذا مرّ بقبر لا یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ایسا آدمی اپنے بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے میت جس کو دنیا میں پہچانتی تھی پھر گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو میت سلام کا جواب بھی دیتی ہے اور اس کو پہچان لیتی ہے اور جب ایسی قبر کے پاس سے گزرے کہ قبر والا اس کو دنیا میں نہیں پہچانتا تھا تو صاحب قبر فقط سلام کا جواب دیتا ہے۔ (کتاب الروح ص ۱۰)

دلیل نمبر ۴۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مامن رجل یمر بقبر اخیہ المومن کان یعرفہ فیسلم علیہ الاعرفہ ورد علیہ السلام'' جو آدمی اپنے اس مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر وہ اس پر سلام کرتا ہے تو وہ قبر والا اس کو پہچان بھی لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ (کتاب الروح ص ۱۸)

میت کے علم و معرفت کے واقعات

امام ابن قیم نے میت کے احوال دنیا کے بارہ میں علم و معرفت کے متعدد واقعات نقل کئے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صرف تین واقعات میت کے علم و معرفت کے ثبوت پر ذکر کر دیئے جائیں بعد میں ان کا نتیجہ بھی عرض کریں گے۔

دلیل نمبر ۴۴: ''قصہ وصیۃ ثابت بن قیس قال ابو عمر (فی الاستیعاب فی ترجمۃ ثابت ج ا ص ۱۹۳) ھامش الاصابہ) بسندہ قابل لعطاء الخراسانی قال حدثتنی ابنۃ ثابت بن قیس بن شماس قالت لما کان یوم الیمامۃ خرج مع خالد بن الولید الی مسیلمۃ'' محدث ابو عمر اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ عطاء خراسانی کہتے ہیں مجھے ثابت بن قیس کی بیٹی نے یہ قصہ بتایا کہ میرے والد ثابت بن قیس حضرت خالد بن ولید کے ساتھ یمامہ کی جنگ میں گئے جو مسیلمہ کے ساتھ ہوئی جب جنگ شروع ہوگئی تو صحابہ کرام کمزور ہو گئے اور شکست کے حالات پیدا ہو گئے لیکن ثابت اور ابو حذیفہ کے غلام سالم نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قتال کرتے تھے تو یہ حالت نہ ہوتی تھی ہر ایک نے زمین میں گڑھا کھود لیا کہ اس گڑھے میں جم کر دشمن کا مقابلہ کریں گے اور فرار اختیار نہ کریں گے۔ پس دونوں حضرات اپنے اپنے گڑھے میں ثابت قدم رہ کر قتال کرتے رہے۔ حتیٰ کہ دونوں شہید ہو گئے اور اس دن حضرت ثابت بن قیس پر بہت عمدہ زرہ تھی ایک مسلمان آدمی ان کے پاس سے گزرا تو اس نے وہ زرہ اٹھالی۔ ثابت بن قیس بعد از شہادۃ ایک مسلمان آدمی کے پاس خواب میں آئے اس کو کہا میں آپ کو ایک وصیت کرتا ہوں اس کو محض خیالات اور جھوٹا خواب سمجھ کر ضائع نہ کر دینا۔ پھر کہا جب کل گزشتہ میں قتل کر دیا گیا تو ایک

مسلمان آدمی میرے پاس سے گزرا اس نے میری زرہ اٹھالی ہے۔ اس کا گھر آبادی کے آخری کنارے میں ہے اس کے خیمہ کے پاس گھوڑا لمبی رسی میں باندھا ہوا ہے۔ اس نے زرہ پر پتھر کی ہانڈی رکھی ہوئی ہے اس ہانڈی کے اوپر کجاوہ رکھا ہوا ہے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جاؤ ان کو کہو کہ وہ کسی آدمی کو بھیجیں، میری زرہ لے لیں اور جب آپ مدینہ میں آئیں تو خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جانا اور ان سے کہنا کہ مجھ پر اتنا اتنا دین ہے اور میرے غلاموں میں سے فلاں فلاں غلام آزاد ہے وہ آدمی بیدار ہوا تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا ان کو زرہ کی خبر بتائی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیج کر وہ زرہ منگوالی۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا ان کو خواب سنایا تو انہوں نے اس کی وصیت نافذ کی اور وصیت پر عمل درآمد ہوا۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت خالد بن ولید اور خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما دونوں اس خواب کے مطابق عمل کرنے پر اور اس خواب والی وصیت کے نافذ کرنے پر متفق ہو گئے۔ (کتاب الروح ص ۲۱، ۲۲)

قصہ صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ اور عوف بن مالک رضی اللہ عنہ

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ان لفظوں کے ساتھ نقل کرتے ہیں: ''وصح عن حماد بن سلمہ عن ثابت عن شھر بن حوشب الخ'' حماد بن سلمہ عن ثابت عن شہر بن حوشب کی سند کے ساتھ صحیح قصہ منقول ہے۔ صعب بن جثامہ اور عوف بن مالک درمیان مواخاۃ قائم ہوئی تھی۔ حضرت صعب نے حضرت عوف بن مالک کو کہا اے میرے بھائی ہم میں سے جو پہلے فوت ہو جائے اس کو چاہئے کہ وہ خواب میں اپنے ساتھی کے پاس آئے۔ حضرت عوف نے کہا کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ صعب نے کہا: جی ہاں! ایسے ہوسکتا ہے۔ صعب پہلے فوت ہو گئے، حضرت عوف نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ ان کے پاس آئے ہیں عوف نے کہا: اے میرے بھائی۔ صعب نے کہا: جی! عوف نے پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ صعب نے کہا غفرلنا بعد المشاق کئی مشقتوں کے بعد مجھے بخش دیا گیا۔ حضرت عوف کہتے ہیں میں نے صعب کی گردن پر سیاہ داغ دھبے دیکھے تو میں نے پوچھا اے بھائی یہ کیا ہے؟ صعب نے کہا یہ دس دینار کی وجہ سے ہے جو میں نے فلاں یہودی سے بطور قرض لئے تھے وہ میری ترکش میں رکھے ہیں اس کو وہ دس دینار دے دو اور اے بھائی آپ کو یہ بھی معلوم ہو کہ میری موت کے بعد میرے گھر میں جو بھی نیا کام ہوا اس کی خبر مجھے پہنچتی رہی ہے۔ حتیٰ کہ چند دن ہوئے ہماری بلی مر چکی ہے اور یہ بھی معلوم کر لیجئے کہ میری بیٹی چھ دن تک فوت ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی کا معاملہ کرو۔

جب صبح ہوئی تو میں نے کہا اس کے صدق کی اس میں نشانی بتائی گئی ہے۔ میں ان کے گھر آیا انہوں نے کہا عوف کی آمد مبارک! کیا اپنے بھائیوں کے پس ماندگان کے ساتھ ایسا کیا کرتے ہیں؟ جب سے صعب فوت ہوئے ہیں آپ ہمارے قریب بھی نہیں آئے۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرح عذر خواہی کی۔ میں نے ترکش کو دیکھا تو اس کو اتار لیا اس میں جو کچھ تھا میں نے وہ نکالا تو اس میں میں نے تھیلی دیکھی جس میں دینار تھے۔ میں وہ دینار یہودی کے پاس لے کر گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا آپ کی کوئی چیز صعب کے ذمہ تھی؟ اس نے کہا اللہ صعب پر رحم کرے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ ترین اصحاب میں سے تھے اور یہ دینار میں نے اس کو دیئے میں نے کہا اصل واقعہ تو بتایئے؟ یہودی نے کہا جی ہاں میں نے ان کو دس دینار بطور قرض دیئے تھے۔ میں نے وہ دس دینار

اس یہودی کی طرف پھینک دیئے۔ اس نے وہ دینار دیکھے تو کہنے لگا یہ تو بعینہ وہی میرے والے دس دینار ہیں۔ میں نے دل میں کہا یہ ایک بات تو ٹھیک نکلی جو پوری ہوگئی۔ میں نے پوچھا کیا صعب کی موت کے بعد کوئی نیا معاملہ پیش آیا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں کچھ نئے معاملات پیش آئے ہیں۔ میں نے کہا بتاؤ کون سے معاملات پیش آئے ہیں۔ انہوں نے کہا چند دن پہلے ہماری بلی مرگئی ہے۔ میں نے دل میں کہا خواب کی دو باتیں صحیح ہوگئیں۔ میں نے کہا میرے بھائی کی بچی کہاں ہے؟ انہوں نے کہا وہ کھیل رہی ہے۔ میں اس کے پاس آیا میں نے اس کو ہاتھ لگایا تو اس کو بخار تھا۔ میں نے کہا اس کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا معاملہ کرو وہ چھ دن کے بعد فوت ہوگئی۔ (کتاب الروح ص ۲۰)

قصہ فضل بن الموفق

فضل بن الموفق کہتے ہیں: ''میں اپنے باپ کی قبر پر بار بار آتا تھا اور کثرت سے آتا۔ ایک مرتبہ میں جنازہ کے لئے اس قبرستان میں آیا جس میں میرے والد مدفون تھے۔ مجھے اپنے ایک کام کی وجہ سے جلدی تھی میں اپنے والد کی قبر پر نہ جاسکا۔ جب رات ہوئی تو میں نے خواب میں والد صاحب کو دیکھا وہ فرماتے اے پیارے آپ میرے پاس کیوں نہیں آتے؟ میں نے کہا: ابا جان کیا میرے آنے کا آپ کو پتہ چلتا ہے؟ والد صاحب نے فرمایا: جی ہاں! اللہ کی قسم اے پیارے بیٹے جب آپ پل پر چڑھتے ہیں تو اس وقت سے میرے پاس پہنچنے بیٹھنے تک میں لگاتار آپ کو دیکھتا رہتا ہوں پھر جب آپ کھڑے ہوکر واپس جاتے ہیں تو پل عبور کرنے تک میں آپ کو دیکھتا رہتا ہوں۔'' (کتاب الروح ص ۱۸، ۱۹)

نتیجہ واقعات

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ میت کے علم ومعرفت کے متعدد واقعات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''والمقصود جواب السائل، وان المیت اذا عرف مثل ھذہ الجزئیات وتفاصیلھا فمعرفتہ بزیارۃ الحی لہ وسلامہ علیہ ودعائہ لہ اولی احری'' ان واقعات کے ذکر کرنے سے اصل مقصود ہے سائل کے اس سوال کا جواب دینا کہ میت کو زندہ آدمی کے سلام وزیارت کا پتہ چلتا ہے یا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ میت جب ان جزئیات اور ان کی تفصیلات کو جان پہچان لیتا ہے تو زندہ آدمی کی زیارت وسلام اور دعا کو بطریق اولیٰ پہچان لے گا۔ (کتاب الروح ص ۲۳)

قصہ محدث سفیان بن عیینہ

تماضر بنت سہیل زوجہ ایوب بن عیینہ کہتی ہیں میں نے سفیان بن عیینہ کو خواب میں دیکھا: ''فقال جزی اللہ اخی ایوب عنی خیرا فانہ یزورنی کثیرا وقد کان عندی الیوم فقال ایوب نعم حضرت الجبانۃ الیوم فذھبت الی قبرہ'' سفیان بن عیینہ نے کہا اللہ تعالیٰ میرے بھائی ایوب کو میری طرف سے جزائے خیر عطاء فرمائے وہ کثرت سے میری زیارت کرتا ہے وہ آج بھی میرے پاس آیا تھا۔ ایوب نے تصدیق کی اس نے کہا آج میں قبرستان گیا تو سفیان کی قبر پر بھی گیا تھا۔ (کتاب الروح ص ۲۰)

دلیل نمبر ۴۵: ''وصح عن عمرو بن دینار انہ قال ما من میت یموت الا وھو یعلم لا یکون فی اھلہ بعدہ وانھم لیغسلونہ ویکفنونہ وانہ ینظر الیھم'' عمرو بن دینار سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔ وہ فرماتے ہیں

جو میت بھی فوت ہوتی ہے وہ بعد از وفات جانتی ہے کہ اس کے گھر میں کیا کچھ ہوتا ہے اور لوگ میت کو غسل اور کفن دیتے ہیں تو میت ان کو دیکھ رہی ہوتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۱۹)

دلیل نمبر ۴۶: ''وصح عن مجاهد انه قال ان الرجل يبشر في قبره بصلاح ولده من بعده (لتقر عينه)'' حضرت مجاہد تابعی سے بسند صحیح مروی ہے کہ موت کے بعد میت کی اولاد جو اعمال صالحہ کرتی ہے میت کو قبر میں ان کی خبر دی جاتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۱۹)

قسم نہم (احادیث قرأۃ قرآن عند القبر)

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اس پر دو عنوان قائم کئے ہیں: ''القرأته عند دفن الميت'' دوسرا ''القرأة عند القبور عقيب الدفن'' یعنی میت کے دفن کے وقت اور دفن کے بعد قرأۃ قرآن عند القبور۔

دلیل نمبر ۴۷: عبدالرحمن بن العلاء اللجلاج اپنے باپ علاء سے نقل کرتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا جب میں فوت ہو جاؤں تو لحد میں رکھتے وقت یہ کہنا: ''بسم الله وعلى سنة رسول الله'' اور میرے اوپر مٹی ڈالنے کے بعد میرے سر کے پاس سورۃ بقرہ کی شروع والی اور اخیر والی آیت پڑھنا۔ کیونکہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ یہی فرما رہے تھے۔ عباس دوری کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا قبر پر قرأۃ قرآن کے متعلق کچھ آپ کو حدیث یاد ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر میں نے یحییٰ بن معین سے یہی سوال کیا تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر والی یہی حدیث بیان کی۔ (کتاب الروح ص ۱۶)

واقعہ امام احمد بن حنبل اور محمد بن قدامہ جوہری

علی بن موسیٰ حداد کہتے ہیں میں امام احمد بن حنبل اور محمد بن قدامہ کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہوا۔ جب میت کو دفن کر لیا گیا تو ایک نابینا آدمی قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ امام احمد بن حنبل نے کہا اے فلاں قرأۃ قرآن قبر کے پاس بدعت ہے۔ جب ہم قبرستان سے نکلے تو محمد بن قدامہ نے امام احمد بن حنبل کو کہا اے ابو عبداللہ! آپ مبشر حلبی کے بارہ میں کیا کہتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے کہا ثقہ۔ امام احمد بن حنبل نے محمد بن قدامہ سے پوچھا آپ نے مبشر حلبی سے کوئی حدیث لکھی ہے؟ محمد بن قدامہ نے کہا: جی ہاں! ''فاخبرني مبشر عن عبدالرحمن بن العلاء بن اللجلاج عن ابيه انه اوصى اذا دفن ان يقرأ عند رأسه بفاتحة البقره وخاتمتها وقال سمعت ابن عمر يوصى بذالک فقال له احمد فارجع وقل للرجل يقرأ'' مجھے مبشر نے خبر دی عبدالرحمن سے اور عبدالرحمن نے اپنے باپ علاء بن لجلاج سے اس کے باپ علاء نے وصیت کی کہ جب ان کی تدفین ہو جائے تو ان کے سر کے پاس سورہ بقرہ کی شروع کی اور اخیر کی آیات پڑھنا اور یہ بھی کہا کہ عبداللہ بن عمر اس کی وصیت کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل نے یہ حدیث سنتے ہی فرمایا کہ میں اپنے پہلے بدعت والے قول سے رجوع کرتا ہوں اور اس آدمی کو کہو کہ قبر کے پاس قرآن پڑھے۔

فتویٰ امام شافعی

حسن بن الصباح زعفرانی کہتے ہیں میں نے امام شافعی سے قرأۃ عند القبر کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا لا بأس بها۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (کتاب الروح ص ۱۶)

دلیل نمبر ۴۸: انصار کا عمل: امام شعبی تابعی فرماتے ہیں حضرات انصار کا معمول یہ تھا کہ جب ان میں کوئی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر کی طرف جاتے اور قبر کے پاس قرآن پڑھتے۔ (کتاب الروح ص ۱۶)

حسن بن جروی کا معمول

ابویحییٰ الناقد کہتے ہیں میں نے حسن بن جروی سے سنا وہ فرما رہے تھے میں اپنی بہن کی قبر کے پاس گزرتا تو میں اپنی بہن کی قبر کے پاس سورۃ تبارک الذی پڑھتا اس فضیلت کی وجہ سے جو اس سورۃ کے بارے میں بتائی جاتی ہے۔ پھر ایک آدمی میرے پاس آیا اس نے کہا میں نے خواب میں آپ کی بہن کو دیکھا وہ کہہ رہی تھی اللہ تعالیٰ ابوعلی کو (حسن بن جروی کی کنیت ہے) بہترین جزاء عطاء فرمائے اس کی قراۃ سے مجھے بہت فائدہ پہنچا ہے۔ (کتاب الروح ص ۱۶)

ابوبکر بن اطروش کا معمول

ابونصر بن التمار کے نواسے ابوبکر بن اطروش فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اپنی ماں کی قبر کی طرف جمعہ کے دن آتا اور سورۃ یاسین پڑھتا پھر ایک دن آیا اس نے سورۃ یاسین پڑھی اور دعا کی اگر اس سورۃ کے ثواب کو تقسیم کر دے تو ان سب قبر والوں کو اس کا ثواب پہنچ جائے۔ پس جب اگلا جمعہ آیا تو ایک عورت آئی اس نے کہا آپ فلاں بن فلانیہ ہیں۔ اس نے کہا جی ہاں! اس عورت نے کہا میری بیٹی فوت ہو گئی تھی میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی قبر کے کنارہ پر بیٹھی ہے میں نے پوچھا آپ کو کس چیز نے یہاں بٹھایا ہے۔ اس نے کہا فلاں عورت کا فلاں بیٹا اپنی ماں کی قبر کی طرف آیا اس نے سورۃ یاسین پڑھی اور اس کا ثواب سب اہل قبور کو بخشا تو اس کی وجہ سے ہمیں بخش دیا گیا۔

فائدہ: اگر قبر میں میت کے بدن عنصری یا اس کے اجزاء و ذرات میں حیات اور شعور و ادراک نہیں تو پھر قبر کے پاس قرأۃ قرآن کی تخصیص کا کیا فائدہ؟ اس صورت میں ہر جگہ قرأۃ میت کے حق میں برابر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کے پاس پڑھنے سے میت کو سکون ملتا ہے وہ خوش ہوتی ہے یہ تب ہو سکتا ہے جب میت کے بدن عنصری میں حیات ہو۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وقد ذکر عن جماعۃ من السلف انھم اوصوا ان یقرأ عند قبورھم وقت الدفن قال عبدالحق یروی ان عبداللہ بن عمر امر ان یقرأ عند قبرہ سورۃ البقرۃ وممن رأی ذالک العلاء بن عبدالرحمن وکان الامام احمد ینکر اوّلا حیث لم یبلغہ فیہ اثر ثم رجع عن ذالک'' تحقیق سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ ان کی قبور کے پاس بوقت دفن قرآن پڑھا جائے۔ عبدالحق نے کہا عبداللہ بن عمر نے حکم دے رکھا تھا کہ ان کی قبر کے پاس سورۃ بقرہ پڑھی جائے۔ یہی رائے ہے علاء بن عبدالرحمن کی۔ امام احمد بن حنبل پہلے انکار کرتے رہے جب کہ ان کو اس بارے میں حدیث معلوم نہ ہوئی لیکن بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا۔ (کتاب الروح ص ۱۵)

قسم دہم (احادیث تلقین میت بعد دفن)

دفن کے بعد میت کو تلقین کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے اس کو مستحسن قرار دیا اور اس پر حجت پکڑی عمل کے ساتھ۔

دلیل نمبر ۴۹: امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ویروی فیه حدیث ضعیف ذکر الطبرانی فی معجمعه من حدیث ابی امامه قال قال رسول الله ﷺ اذا مات احد کم فسویتم علیه التراب فلیقم احد کم علی رأس قبره ثم یقول یا فلان بن فلانة فانه یسمع ولا یجیب ثم لیقل یا فلان بن فلانة الثانیة فانه یستوی قاعدا ثم لیقل یا فلان بن فلانة (الثالثة) فانه یقول ارشدنا رحمک الله ولکنکم لا تسمعون فیقول اذکر ما فرجت علیه من الدنیا شهادة ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله وانک رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبینا وبالقرآن اماما فان منکرا ونکیرا یتاخر کل واحد منهما ویقول انطلق بنا ما یقعدنا عند هذا وقد لقن حجته ویکون الله ورسوله حجیجه دونهما فقال رجل یارسول الله فان لم یعرف امه قال ینسبه الی امه حواء"

(کتاب الروح ص۱۹)

تلقین بعد الدفن پر ایک ضعیف حدیث سے حجت پکڑی جاتی ہے جس کو امام طبرانی نے اپنی معجم میں ذکر کیا ہے وہ حدیث ابی امامہ ہے۔ حضرت ابی امامہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے پھر تم اس پر مٹی برابر کرلو تو چاہئے کہ تم میں سے ایک آدمی میت کی قبر کے سروالی جانب کھڑا ہو جائے پھر کہے اے فلاں عورت کے فلاں بیٹے! پس وہ سنتا ہے لیکن وہ جواب نہیں دے سکتا۔ دوبارہ پھر کہے اے فلاں بن فلانیہ اب وہ برابر ہو کر بیٹھ جائے گا۔ پھر تیسری مرتبہ کہے اے فلاں بن فلانیہ وہ کہے گا ہماری رہنمائی کر اللہ آپ پر رحمت کرے لیکن تم یہ سن نہیں سکتے۔ پھر تلقین کرنے والا کہے اس کو یاد کر جس پر آپ دنیا سے نکلے یعنی لا الہ الا اللہ اور محمد رسول کی شہادت اور یہ کہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبینا وبالقرآن اماما اس تلقین کے بعد منکر نکیر پیچھے ہو جاتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم چلے جائیں یہاں بیٹھ کر ہم کیا کریں گے۔ اس کو حجت کی تلقین کر دی گئی ہے۔ اب اللہ اور اس کا رسول اس کا دفاع کریں گے۔ ایک آدمی نے کہا اگر تلقین کرنے والا میت کی ماں کا نام نہ جانتا ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس ماں حواء کی طرف منسوب کردے۔

جواب از ضعف

امام ابن قیم حدیث کے ضعف کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "فهذا الحدیث وان لم یثبت فاتصال العمل به فی سائر الامصار والاعصار من غیر انکار کاف فی العمل به وما اجری الله سبحانه" یہ حدیث اگرچہ پایہ صحت کو نہ پہنچی لیکن ہر شہر میں اور ہر زمانہ میں بغیر کسی انکار و اعتراض کے اس پر عمل کرنا اس حدیث پر عمل کے جواز کے لئے کافی ہے۔ (کتاب الروح ص۱۹)

دلیل نمبر ۵۰: "وقد روی ابو داؤد فی شنه باجساد لا بأس به ان النبی ﷺ حضر بجنازة رجل فلما دفن قال سلوا لاخیکم التثبیت فانه الآن یسأل" (کتاب الروح ص ۲۰، ابوداؤد فی الجنائز ج ۳ ص ۲۱۳) امام ابوداؤد نے اپنی سنن ابی داؤد میں یہ حدیث ایسی سند کے ساتھ نقل کی ہے جس میں کوئی خرابی اور نقص نہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک آدمی کے جنازہ میں تشریف لائے جب تدفین سے فارغ ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے بھائی کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو۔ کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "واذا کان یسأل فانه یسمع التلقین" یعنی جب اس سے سوال ہوگا تو وہ سوال کو سنے گا تو تلقین کو بھی سن لے گا۔

دلیل نمبر ۵۱: ''وقد صح عن النبی ﷺ ان المیت یسمع قرع نعالھم اذا ولوا منصرفین'' اور تحقیق نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ میت تدفین کے بعد واپس لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آہٹ سنتی ہے (تو تلقین بطریق اولیٰ سن سکتی ہے) (کتاب الروح ص۲۰)

دلیل نمبر ۵۲: محدث عبدالحق الاشبیلی نے بعض صالحین کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ میرا بھائی فوت ہو گیا پھر میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا میں نے پوچھا جب آپ کو قبر میں رکھا گیا تو کیا حال ہوا؟ اس نے کہا میرے پاس آگ کا شعلہ آیا اگر دعا کرنے والا میرے لئے دعا نہ کرتا تو میں ہلاک ہو جاتا۔ (کتاب الروح ص۲۰)

جب میت کو دعا کا پتہ چل جاتا ہے تو تلقین کا پتہ کیوں نہیں چلے گا۔

دلیل نمبر ۵۳: ''وقال شبیب بن شیبہ اوصتنی امی عند موتھا یا بنی اذا دفنتنی فقم عند قبری وقل یا ام شبیب قولی لا الہ الا اللہ فلما دفنتھا قمت عند قبرھا فقلت یا ام شبیب قولی لا الہ الا اللہ ثم انصرفت فلما کان من اللیل رأیتھا فی النوم فقالت یا بنی کدت ان اھلک لولا ان تدارکنی لا الہ الا اللہ فقد حفظت وصیتی یا بنی'' شبیب کہتے ہیں موت کے وقت میری ماں نے مجھے وصیت کی اس نے کہا اے میرے پیارے بیٹے جب آپ مجھے دفن کر لیں تو میری قبر کے پاس کھڑے ہو جانا اور یوں کہنا اے شبیب کی ماں کہہ دیجئے لا الہ الا اللہ چنانچہ جب میں ماں کی تدفین سے فارغ ہو گیا تو قبر کے پاس کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا اے ام شبیب کہہ دیجئے لا الہ الا اللہ پھر میں واپس آ گیا جب رات ہوئی تو میں نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا اس نے کہا اے پیارے بیٹے اگر لا الہ الا اللہ کے ساتھ میرا تدارک نہ ہوتا تو قریب تھا کہ میں ہلاک ہو جاتی آپ نے اے میرے پیارے بیٹے میری وصیت کو یاد رکھا۔ (کتاب الروح ص۲۰)

قسم یازدہم (احادیث سماع موتی)

دلائل سماع موتی

سلام علی اہل القبور کی احادیث، معرفت زیارت وسلام کی احادیث، قراۃ قرآن عند القبر کی احادیث، تلقین میت کی حدیث یہ سب سماع موتی کے دلائل ہیں۔ چنانچہ امام ابن قیم سلام علی اہل القبور کی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دلیل نمبر ۵۴: ''وقد شرع النبی ﷺ لامتہ اذا سلموا علی اھل القبور ان یسلموا علیھم سلام من یخاطبونہ فیقول المسلّم السلام علیکم دار قوم مؤمنین وھذا خطاب لمن یسمع ویعقل ولولا ذالک لکان ھذا الخطاب بمنزلۃ خطاب المعدوم والجماد'' اور تحقیق نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کے لئے اہل القبور پر سلام کرنے کا شرعی طریقہ وہی جاری فرمایا ہے جو سلام ان لوگوں کو کیا جاتا ہے جن میں مخاطب بننے کی اہلیت وصلاحیت ہوتی ہے۔ پس سلام کرنے والا یوں کہے السلام علیکم الخ اور یہ خطاب اسی کو کیا جاتا ہے جو سنتا سمجھتا ہو اگر ایسا نہ ہو تو یہ ایسا ہو گا جیسے معدوم اور بے جان کو مخاطب بنایا جائے۔ (کتاب الروح ص۹)

نیز لکھتے ہیں: ''فان السلام علی من لا یشعر و لا یعلم بالمسلِّم محال'' کیونکہ جس کو مسلم کا شعور و علم نہ ہو اس کو سلام کرنا محال ہے اور مسلم کا علم ہوگا اس کے سلام سننے سے۔ (کتاب الروح ص ۱۳)

دلیل نمبر ۵۵: تلقین میت کی حدیث کے ضعف کا جواب دے کر آگے لکھتے ہیں: ''وما اجری اللہ سبحانہ العادۃ قط بان امت طبقت'' وہ امت جو عقول کے اعتبار سے اکمل الامم اور علوم و معارف کے اعتبار سے اوسع و اوفر ہو اس کے باوجود مشرق و مغرب کی پوری امت متفق ہو جائے اس کو مخاطب بنانے پر بصورت سلام و تلقین جو سنتا، سمجھتا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی خلاف عقل عادت جاری نہیں کی۔ اگر مخاطب سنتا، سمجھتا نہ ہو تو یہ ایسے ہوگا جیسے مٹی، لکڑی پتھر اور معدوم چیز کو مخاطب بنایا جائے۔ پھر حیرانی کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ اس کو مستحسن سمجھتے ہیں۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وان استحسنہ واحد فالعلماء قاطبہ علی استقباحہ و استھجانہ'' اگر کوئی ایک آدھ اس کو مستحسن سمجھتا ہے تو تمام علماء اس کو برا اور قابل نفرت سمجھتے ہیں۔ امام ابن قیم نے مسئلہ تلقین سے سماع موتی ثابت کرتے ہوئے عنوان قائم کیا ہے: ''الاستدلال علی سماع الموتی تلقین المیت فی القبر'' یعنی قبر میں میت پر تلقین سے استدلال سماع موتی پر۔ (کتاب الروح ص ۱۹، ۲۰)

دلیل نمبر ۵۶: قرأۃ قرآن عند القبر والی احادیث۔

دلیل نمبر ۵۷: زیارت و سلام کی معرفت والی احادیث۔

دلیل نمبر ۵۸: امام ابن قیم رحمہ اللہ نے عنوان قائم کیا ہے۔ تحقیق سماع الموتی اس کے تحت لکھتے ہیں: ''فسیاق الآیۃ یدل علی ان المراد منہا ان الکافر المیت القلب لا تقدر علی اسماعہ سماعا ینتفع بہ کما کان من فی القبور لا تقدر علی اسماعھم اسماعا ینتفعون بہ ولم یرد سبحانہ ان اصحاب القبور لا یسمعون شیئا البتۃ کیف وقد اخبر النبی ﷺ انھم یسمعون خفق نعال المشیعین و اخبر ان قتلی بدر یسمعون کلامہ و خطابہ و شرع السلام علیھم بصیغۃ الخطاب للحاضرین الذی یسمع و اخبر ان من یسلم علی اخیہ المؤمن ردّ علیہ السلام'' (کتاب الروح ص ۶۰) ''وما انت بمسمع من فی القبور (فاطر: ۲۲)'' کی آیت کا مابعد اس پر دلالت کرتا ہے کہ من فی القبور اور الموتی سے مراد ہے وہ کافر جس کا دل مردہ ہے آپ اس مردہ دل کافر کو ایسے اسماع کی قدرت نہیں رکھتے جو ان کو نفع دے اور وہ اس سے نفع حاصل کریں جیسا کہ آپ قبر والوں کو اسماع نافع کے ساتھ سنانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اللہ سبحانہ نے اس کا ارادہ نہیں فرمایا کہ مردے بالکل کچھ بھی نہیں سن سکتے اور اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ یہ کیسے مراد لے سکتے ہیں جب کہ متعدد احادیث میں مردوں کے سننے کی صراحت موجود ہے۔ آپ ﷺ نے خبر دی کہ مردے تدفین کے بعد واپس آنے والوں کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ بھی سنتے ہیں۔ آپ ﷺ نے خبر بتائی کہ بدر کے مقتول آپ کا کلام اور آپ کا خطاب سنتے تھے اور صیغہ خطاب جو حاضر کے لئے بولا جاتا ہے مردوں کو سلام کرنے کے لئے اس کی مشروعیت ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے خبر دی کہ جو آدمی اپنے فوت شدہ مؤمن بھائی کو قبر کے پاس سلام کرتا ہے تو وہ سلام کا جواب دیتا ہے اور قبر میں اموات کا سماع موقوف ہے حیات فی القبر پر۔

باب دوم (ازالہ شبہات)

شبہ نمبر ۱: موت کا معنی ہے انفکاک روح عن الجسد جب روح بدن عنصری سے جدا ہوگئی تو بدن میں حیات کیسے؟

جواب: انفکاک کامل مراد ہے یعنی روح بدن سے جدا ہو جائے اور تعلق بھی منقطع ہو جائے اگر روح جدا ہو جائے لیکن تعلق باقی ہو تب بھی حیات پیدا ہو جاتی ہے جیسے حالت نیند میں۔

شبہ نمبر ۲: جب موت کے بعد حیات ہے تو یہ دعا کیوں پڑھتے ہو: "اللّٰھم اغفر لحینا و میتنا" وہ تو زندہ ہے۔

جواب: عالم دنیا والی کملی زندگی کے اعتبار سے تا قیامت میت ہے لیکن عالم برزخ کے لحاظ سے زندہ ہے۔

شبہ نمبر ۳: برزخ عالم صرف عالم بالا کا نام ہے جہاں روح ہے بدن تو عالم برزخ میں نہیں تو عالم برزخ میں بدن زندہ کیسے ہوا؟

جواب: عالم برزخ صرف عالم بالا کا نام نہیں بلکہ میت کے حق میں عالم سفلی ہو یا عالم علوی اس کا ہر ہر جزو میت کے لئے برزخ لہٰذا ارضی قبر بھی عالم برزخ کا حصہ ہے۔

شبہ نمبر ۴: قبر مستقر روح کا نام ہے اس لئے عذاب قبر وہیں ہوتا ہے جہاں روح ہے اور سوال و جواب بھی وہیں ہوتا ہے۔

جواب: بعض ہمارے بزرگوں نے یہ تعبیر اختیار کی ہے۔ عذاب قبر کے منکرین ملحدین کو عذاب قبر کا قائل کرنے کے لئے تا کہ وہ کسی درجہ میں عذاب قبر کے قائل ہو کر کفر سے بچ جائیں۔ اگر چہ بدن عنصری کا انکار گمراہی ہے مگر کفر نہیں۔ پس وہ کفر سے بچیں رہیں گے یہی وجہ ہے کہ ان بزرگوں نے یہ بات وہیں ذکر کی ہے جہاں ملحدین کا جواب ذکر کیا ہے۔ ورنہ اصل شرعی قبر اس جگہ کا نام ہے جہاں بدن عنصری یا بدن عنصری کے اجزاو ذرات ہیں۔

شبہ نمبر ۵: اس کا ثبوت ہے کہ روح کا بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور اس تعلق کی وجہ سے حیات پیدا ہو جاتی ہے۔

جواب: چوبیسویں پارہ کی آیت "اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والّتی لم تمت فی منامھا فیمسک الّتی قضی علیھا الموت ویرسل الاخریٰ الی اجل مسمی (الزمر: ۴۲)" اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیند والے کی روح بحالت نیند قبض ہو جاتی ہے۔ یتوفی الانفس اور ویرسل الاخریٰ سے یہی معلوم ہو رہا ہے۔ حالانکہ نیند والا زندہ ہوتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ روح اگر چہ نیند میں جسد عنصری سے جدا ہے۔ مگر تعلق بدن کے ساتھ قائم ہے۔

شبہ نمبر ۶: جب بدن عنصری کو چرند پرند کھالیں یا جلا کر راکھ بنا دیں تو بدن عنصری یعنی محل عذاب ختم ہو گیا تو عذاب قبر کیسے ہوگا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ وہ ان ذرات میں حیات پیدا کر کے ان ذرات کو وہی عذاب دے جو بدن عنصری کو ہوتا ہے۔

شبہ نمبر ۷: جب درندے نے کھایا یا ایک انسان نے دوسرے کو کھایا تو اس کے بدن میں جو اجزا ہیں جب ان کو عذاب ہوگا تو درندے اور دوسرے انسان کو بھی عذاب ہوگا۔

جواب: سرجن آپریشن ایک حصے کا کرتا ہے وہ سن ہوتا ہے اس حصہ کو تکلیف نہیں ہوتی لیکن اگر وہی چیرا پھاڑی دوسرے حصے پر ہو تو درد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ معذب انسان کے اجزاء کو عذاب دے دوسرے اجزاء کو تکلیف نہ ہو تو یہ بھی عقل و مشاہدہ کے خلاف نہیں۔

تنبیہ: امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے (ص ۹۷ سے ۹۳) تک ملحدین اور زنادقہ کے عذاب قبر پر کئے گئے شبہات کا جواب دیا ہے۔ کتاب کے ضمنی طور پر بیان کردہ شبہات کا خاکہ اوپر پیش کیا گیا۔ اب وہ شبہات جن کا امام ابن قیم نے باقاعدہ المسالۃ السابعہ کا عنوان قائم کر کے ان کا ازالہ کیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

تنبیہ: رسول اللہ ﷺ نے احوال برزخ کے بارے میں تفصیل کے ساتھ امت کو آگاہ کیا ہے جن میں قبر کے اندر سوال و جواب، ثواب و عذاب کا ذکر بھی شامل ہے۔ ملحدین اور زندیق قسم کے لوگوں نے ان کے متعلق شبہات پیدا کر کے نبی کریم ﷺ کے بیان کردہ ان حقائق کو مشکوک بنانے کی کوشش کی ہے۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے (کتاب الروح ص ۹۷) پر ''واما المسألة السابعة'' کا عنوان قائم کر کے ان بے دین، ملحدین زندیقین کے پہلے اکٹھے یکجاء آٹھ شبہات نقل کئے ہیں۔ اس کے بعد (۹۷ سے ۹۳) تک نو فصلین قائم کی ہیں اور ہر فصل میں بالترتیب الامر الاوّل، الامر الثانی سے الامر التاسع تک عنوانات قائم کر کے ایسے امور تحریر کئے ہیں جن سے یہ تمام شبہات دور ہو جاتے ہیں اور ان امور کو سمجھنے والا بآسانی ان کا جواب سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان امور کے شروع میں اسی بات کی طرف متوجہ کرنے کے لئے یہ جملہ لکھ دیا ہے۔ ''ونحن نذکر امورا یعلم بها الجواب'' اور ہم ایسے امور ذکر کرتے ہیں جن کے ساتھ ان شبہات کا جواب معلوم ہو جائے گا۔

ملحدین کے شبہات

(۱) ''فانا نکشف بالقبر'' ہم قبر کو کھولتے ہیں۔ گرزوں کے ساتھ مارنے والے اندھے بہرے فرشتے اور سانپ، آگ نظر نہیں آتے۔ (۲) ''ولو کشفنا'' اگر قبر میں میت کے متعلق بیان کردہ احوال کی تحقیق کرتے ہیں تو اس کی کسی حالت میں تغیر محسوس نہیں ہوتا۔ (۳) ''ولو وضعنا'' اگر ہم میت کی آنکھوں پر پارہ رکھ دیں یا رائی کا دانہ اس کے سینہ پر رکھ دیں تو وہ اپنی حالت پر باقی ہوتا ہے۔ (۴) کیسے اس کی قبر حدنگاہ تک فراخ ہوتی ہے اور کیسے اس پر تنگ ہوتی ہے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قبر پیمائش کے لحاظ سے اتنی ہوتی ہے جتنی ہم کھودتے ہیں نہ وہ زیادہ ہوتی ہے نہ کم۔ (۵) ''وکیف یسمع'' اور اس چھوٹی سی تنگ لحد میں میت، ملائکہ اور وہ صورت جو میت کے لئے باعث انس یا باعث وحشت بنتی ہے کیسے سا سکتی ہے۔ (۶) ''ونحن نری'' سولی پر لٹکے ہوئے آدمی کو طویل مدت تک دیکھتے ہیں۔ اس سے نہ سوال ہوتا ہے، نہ وہ جواب دیتا ہے، نہ حرکت کرتا ہے، نہ اس کا جسم آگ سے جلتا ہے۔ (۷) ''ومن'' جس میت کو درندے پھاڑ دیں پرندے نوچ لیں اور اس کے اجزاء درندوں کے پیٹ اور پرندوں کے پوٹوں میں بکھر جائیں، مچھلیوں کے پیٹوں میں چلے جائیں ہواؤں میں اڑ جائیں تو ان بکھرے ہوئے

اجزاء سے کیسے سوال ہوسکتا ہے؟ اور کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ منکر منکیر اس سے سوال کریں گے۔ (۸) ''وکیف یصیر'' ان بکھرے اجزاء ذرات کے لئے قبر کیسے جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا بنے گی؟ (۹) ''وکیف یضیق'' اور ان بکھرے اجزاء وذرات پر قبر کیسے تنگ ہوگی کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں۔

ذیل میں وہ نوامور بالترتیب قدرے وضاحت کے ساتھ تحریر کئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

امر اوّل اخبار انبیاء نہ خلاف عقل ہوسکتی ہیں نہ محال

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ساتویں مسئلہ کے ذیل پہلی فصل میں عنوان قائم کیا ہے: ''الامر الاوّل ان یعلم ان الرسل صلوت اللہ وسلام علیھم لم یخبروا'' انبیاء علیہم السلام ایسی خبر نہیں دیتے جو عقلا محال ہو اور اس کے محال ہونے کا عقل کو یقین ہو بلکہ انبیاء علیہم السلام کی خبروں کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ اخبار جن کی صحت عقل اور فطرت شہادت دے یعنی وہ عقل وفطرت کے مطابق ہوں۔ (۲) وہ اخبار جو خلاف عقل نہ ہوں بلکہ مافوق العقل ہوں یعنی عقل کی وہاں تک رسائی نہ ہو جیسے غیوبات کی خبریں مثلاً برزخ اور یوم آخرت کی تفصیلات، ثواب وعذاب کی تفصیلات ان کی خبر عقلاء محال نہیں ہوسکتیں اور انبیاء کی جو خبر عقل کے نزدیک محال ہو اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ وہ نبی کی خبر نہیں ہوگی بلکہ جھوٹی خبر بنا کر نبی کی طرف منسوب کردے گی۔ (۳) وہ عقل سلیم نہیں بلکہ عقل فاسد ہوگی جو نبی کی خبر کے محال ہونے کا یقین کر رہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ نبی کی جس خبر کو عقلا محال سمجھا گیا، اگر عقل سلیم کے نزدیک محال ہے تو پھر وہ نبی کی خبر نہیں بلکہ اس خبر کی نبی کی طرف جھوٹی نسبت ہے یا وہ خبر مافوق العقل وہ دائرہ عقل سے باہر ہے لیکن عقل فاسد کے فساد عقل کی وجہ سے اس کو خلاف عقل سمجھ لیا گیا ہے گویا فوق العقل کو عقل کی گرفت میں لانے کوشش کی گئی لیکن جب وہ عقل کی گرفت میں نہ آسکی اور عقل کی رسائی وہاں تک نہ ہوسکی تو عقل کی درماندگی، بیچارگی اور اس کے عجز کا اقرار واعتراف کرنے کے بجائے اس خبر کو خلاف عقل قرار دے کر اس کا انکار کردیا۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ ایک آدمی نے خبر دی کہ زید کے سر پر سیاہ رنگ کی قیمتی ٹوپی ہے۔ دوسرا آدمی آنکھیں بند کر کے کان سے دیکھنے کی کوشش کرتا ہے اور جب کان سے اس کو زید کے سر پر سیاہ ٹوپی نظر نہیں آتی تو وہ اپنی غلطی اور اپنے عقل کی خرابی تسلیم کرنے کے بجائے وہ اس خبر کو غلط قرار دے کر اس کا انکار کردیتا ہے۔ تیسرا آدمی آکر اس کو سمجھاتا ہے کہ بھائی یہ خبر سچی ہے زید کے سر پر سیاہ ٹوپی ہے لیکن غلطی آپ کی ہے کہ آپ اس کو کان سے دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں جب کہ دیکھنے کا آلہ کان نہیں آنکھ ہے اور جب آپ آنکھ سے دیکھو گے تو آپ کو سیاہ ٹوپی نظر آجائے گی۔

اسی طرح احوال برزخ اور احوال آخرت کی تفصیلات جو امور غیبیہ ہیں ان کو معلوم کرنے کا ذریعہ وحی ہے یا آلات برزخیہ ہیں دنیوی آلات نہیں اور نہ ہی محض عقل ہے جب وحی پر یقین کر کے ان احوال برزخیہ کو وحی کے ذریعے سمجھو گے یا برزخی آلات کے ذریعے دیکھو گے تو یہ سب کچھ تمہیں سچ اور حق نظر آئے گا لیکن ملحدین نے اصل ذریعہ کو چھوڑ کر اپنی عقل فاسد سے سمجھنے اور آلات دنیا سے دیکھنے کی کوشش کی اور جب عقل سمجھنے سے اور آلات دنیا دیکھنے سے عاجز وقاصر رہے تو ملحدین نے انکار کردیا۔ (کتاب الروح ص ۷۹)

امر دوم (تمام گمراہیوں کا سبب سوءِ فہم ہے)

امام ابن قیم رحمہ اللہ دوسری فصل میں فرماتے ہیں: ''الامر الثانی ان یفھم عن الرسول مرادہ من غیر غلو ولا تقصیرا'' یعنی دین اسلام کے جو شرعی احکامات ہیں خواہ وہ اعتقادی احکام ہوں یا عملی اور اخلاقی ہوں ان کی مراد اور ان میں جو مقصود ہے یعنی راہ ہدایت اور راہ حق اس کو سمجھنا سمجھ کر اس کو اختیار کرنا اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ پورے دین کی تشریح اور وضاحت رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے قولاً وعملاً فرمائی۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے براہ راست نبی کریم ﷺ سے دین سیکھا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد والے طبقہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اسی مراد رسول اور رسول اللہ ﷺ کی تشریح وتوضیح کے ساتھ دین سیکھا۔ اسی طرح ہر بعد والے طبقہ نے اپنے سے پہلے طبقہ سے دین سیکھا۔ اسی طرح مختلف طبقات کے راستہ سے وہی نبی کریم ﷺ کی تشریح وتوضیح اس طبقاتی محفوظ ومضبوط راستہ سے چلتی رہی جو اب تک محفوظ ہے۔

پس دین کو اسی مراد رسول اور اسی رسول اللہ ﷺ کی تشریح کے ساتھ دین کو سمجھنا اور اسی کو شرعی معیار بنا کر جو آدمی بھی کتاب وسنت اور دین کی وضاحت پیش کرے، اس کو اسی معیار کے ذریعے پرکھنا اگر اس کے مطابق ہو تو حق ہے۔ اس کے خلاف ہو تو باطل ہے۔ فہم دین کے اس طریقہ کو کہتے ہیں ''حسن فہم'' دوسرا طریقہ یہ ہے مراد رسول سے انحراف کر کے اس سے آنکھیں بند کر کے خود ہی اپنی عقل نارسا سے دین کی اور کتاب وسنت کی وضاحت وتشریح کر کے مراد رسول اور تشریح نبوی کو اپنی وضاحت کے معیار پر پرکھے موافقت ہو تو مراد رسول کو قبول کرتا ہے اور عدم موافقت کی صورت میں وہ اپنی مراد اور وضاحت کو ترجیح دیتا ہے۔ اس کو حق کہتا ہے اسی کو مانتا اور منواتا ہے اس کا داعی بن جاتا ہے اور مراد رسول کو باطل قرار دے کر رد کر دیتا ہے اور اس کو اپنی خیالاتی شکوک وشبہات کے ذریعے مشکوک بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا نام ہے ''سوء فہم'' اور سوء فہم ہی تمام گمراہیوں کی جڑ ہے۔

چنانچہ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وقد حصل باھمال ذالک والعدول عنہ من الضلال والعدول عن الصواب ما لایعلمہ الا اللہ بل سوء الفھم عن اللہ ورسولہ اصل کل بدعۃ وضلالۃ نشأت فی الاسلام'' کتاب وسنت دین کے سمجھنے کا جو صحیح طریقہ ہے یعنی حسن فہم اس کو مہمل کرنے اور اس سے انحراف کرنے کی وجہ سے اتنی گمراہی اور عدول عن الصواب پیدا ہوا۔ جس کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ بلکہ اسلام کے اصول فروع میں جو بھی بدعت اور گمراہی وجود پذیر ہیں اس کی بنیاد اور اس کا بنیادی سبب سوء فہم ہے۔

وکم من عائب قولاً صحیحا وآفتہ من الفھم السقیم

اور بہت سے لوگ جو صحیح بات پر طعن واعتراض کرتے ہیں، اس کی آفت اور اس کا سبب ان کا آفت زدہ بیمار فہم ہوتا ہے۔

خصوصاً جب سوء فہم کے ساتھ سوء قصد یعنی نیت کی خرابی بھی شامل ہو جائے تو گمراہی دوگنا بڑھ جاتی ہے اور یہ گمراہی کا خطرناک ترین سبب بن جاتا ہے اور بعض دفعہ اتفاقاً یوں صورت بن جاتی ہے کہ متبوع میں سوء فہم اور حسن نیت ہوتا ہے لیکن تابع میں سوء قصد ونیت ہوتا ہے۔ ان حالات میں ہماری طرف سے فریاد ہے، فریاد ہے۔ پکار ہے،

پکار ہے۔ دین کی محنت اور دین کے علمبرداروں سے اور اللہ تعالیٰ سے مدد کا سوال ہے۔ قدریہ، مرجیہ، خارجی، معتزلہ، جہمیہ، رافضیہ اور ان کے علاوہ جتنے بھی باطل فرقے ہیں ان کا وجود نا مسعود نتیجہ ہے۔ حسن فہم کا راستہ چھوڑ کر سوء فہم کا راستہ اختیار کرنے کا۔ حتیٰ کہ اکثر لوگوں کے ہاتھوں میں وہ دین آگیا جو سوء فہم کی وجہ سے وجود پذیر ہوا اور کتاب وسنت کا وہ مفہوم جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد والوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حاصل کیا اس مراد رسول کو چھوڑ دیا گیا۔ اس کی طرف نہ توجہ کی اور نہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

اس سوء فہم والے قانون ضلالت کی اتنی مثالیں ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ان کی تعداد دس ہزار سے متجاوز ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ آپ کے سامنے بے دین ملحدین کی ایسی کتاب بھی آئے گی جس میں از اوّل تا آخر ایک جگہ بھی ایسی نہیں ہوگی جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ مفہوم و مراد کا لحاظ رکھا ہو۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی مراد و مقصود کو وہی جان پہچان کر اختیار کر سکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ مفہوم و مراد کو اصل قرار دے اور اس کو معیار بنا کر اس کے ساتھ موافقت عدم موافقت کی بنیاد پر ماعند الناس کے حق و باطل ہونے کا فیصلہ کرے اور جو اس کے برعکس مفہوم و مراد رسول کو معیار نہ بنائے بلکہ اپنے نظریات یا اپنی پسندیدہ شخصیت کو معیار بنا کر مراد رسول کے حق و باطل ہونے کا خوگر ہو، اس کے ساتھ ہم کلام ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کو اس کے نظریات پر چھوڑ دو "ولہ ماتولی۔" اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرو جس گمراہی میں اللہ تعالیٰ نے اس کو مبتلاء کیا ہے اس سے تجھے عافیت عطاء کی ہے۔ (کتاب الروح ص ۸۰، ۸۱)

امر سوم (عالم دنیا عالم برزخ اور عالم آخرت میں فرق)

بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تین عالم بنائے ہیں۔ عالم دنیا، عالم برزخ اور عالم آخرت اور ہر عالم کے لئے ایسے احکام بنائے ہیں جو اس کے ساتھ مختص ہیں۔ چونکہ انسان دو جزوں سے مرکب ہے بدن اور روح سے اللہ تعالیٰ نے عالم دنیا کے احکام اصالتاً مقرر کئے ہیں۔ بدنوں پر اور روحوں کو بدنوں کے تابع کیا ہے۔ پس عالم دنیا میں اصالتاً ثواب وعذاب پہنچتا ہے ابدان کو ارواح چونکہ ابدان کے تابع ہیں تو تبعاً وہی ثواب وعذاب ارواح کو بھی پہنچتا ہے۔ اسی وجہ سے احکام شریعت جاری ہوتے ہیں اور مرتب ہوتے ہیں ان حرکات پر جو زبان اور دوسرے بدنی اعضاء سے ظاہر و صادر ہوتے ہیں۔ اگرچہ نفوس وقلوب میں اس کے خلاف بات پوشیدہ ہو اور عالم برزخ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے احکام اصالتاً مقرر کئے ہیں۔ ارواح پر اور ابدان کو ان کے تابع کیا ہے۔ وجہ یہ کہ عالم دنیا میں ابدان ظاہر ہیں ارواح ان کے اندر پوشیدہ ہیں۔ گویا ابدان، ارواح کے لئے بمنزلہ قبر کے ہیں اور ارواح ان کے اندر مخفی اور مستور ہیں جب کہ عالم برزخ میں ارواح ظاہر باہر ہیں اور ابدان ارضی قبور میں مخفی، مستور اور پوشیدہ۔ پس جو جز جس جہاں میں ظاہر تھا اس جہاں کے احکام اسی جز پر جاری ہوئے اور مخفی جز کو اس کے تابع کر دیا۔ یعنی اس پر وہی احکام جاری ہوئے۔ مگر تبعاً عالم دنیا میں چونکہ بدن ظاہر روح اس میں پوشیدہ ہے۔ اس لئے دنیوی احکام بدن پر اصالتاً روح پر تبعاً۔ عالم برزخ میں روح ظاہر ہے بدن قبر میں پوشیدہ ہے۔ لہٰذا برزخی احکام روح پر اصالتاً اور بدن پر تبعاً جاری ہوئے ہیں۔

نتیجہ یہ کہ عالم دنیا میں عذاب وانعام، راحت و تکلیف اصالتاً پہنچتی ہے بدن کو اور وہی راحت و تکلیف روح کو بھی پہنچتی ہے لیکن بواسطہ بدن اور عالم برزخ میں عذاب وثواب، راحت و تکلیف اصالتاً پہنچتی ہے روح کو اور وہی راحت و تکلیف بدن عنصری کو بھی پہنچتی ہے۔ مگر بواسطہ روح اس نکتہ کو عملی طور پر محفوظ کر لیجئے اور اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ اس سے داخلی، خارجی تمام اشکال زائل ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ہمارے اوپر بہت ہی رحمت اور مہربانی ہے کہ اس نے دنیا میں اس کا نمونہ ہمیں دکھا کر اس کی طرف رہنمائی کر کے برزخ کے اس عذاب وثواب کا سمجھنا ہمارے لئے آسان کر دیا ہے۔ وہ نمونہ ہے نائم (سونے والے) کی حالت کیونکہ نیند کی حالت میں جو راحت وخوشی یا تکلیف وعذاب کی حالت اس پر جاری ہوتی ہے وہ اصالتاً واصلاً روح پر جاری ہوتی ہے اور بدن پر بواسطہ روح کے تبعاً جاری ہوتی ہے اور کبھی یہ خوابی کیفیت اتنی قوی ہوتی ہے کہ بدن میں اس کے اثرات نظر آتے ہیں۔ مثلاً نیند والا اپنی نیند میں دیکھتا ہے کہ اس کو مار پڑی ہے اس کو پیٹا گیا ہے۔ صبح کو اٹھتا ہے تو اس کے جسم پر ضرب کا نشان ہوتا ہے اور کبھی وہ خواب میں کوئی چیز کھاتا پیتا ہے پھر بیدار ہوتا ہے تو اس کے منہ میں کھانے پینے والی چیز کا اثر اور ذائقہ ہوتا ہے اور اس کی بھوک، پیاس بھی ختم ہو چکی ہوتی ہے۔

اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ نیند والا بحالت نیند کھڑا ہو جاتا ہے اور اس طرح مارتا، پکڑتا ہے، دفاع کرتا ہے گویا وہ جاگ رہا ہے، حالانکہ وہ نیند میں ہوتا ہے۔ اس کو اس کے متعلق کچھ بھی شعور نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب یہ حکم روح پر جاری ہوا تو روح نے بدن سے خارج ہونے کے باوجود بدن سے مدد طلب کی اور اگر روح بدن کے اندر ہوتی تو وہ بیدار ہوتا اور اس میں احساس وشعور ہوتا۔ پس جیسے خواب میں راحت و تکلیف اصالتاً روح کو پہنچتی ہے اور روح کے واسطہ سے تبعاً بدن کو بھی پہنچتی ہے ایسے ہی عالم برزخ میں راحت وخوشی، تکلیف وعذاب اصالتاً روح کو پہنچتا ہے اور تبعاً وہی راحت وخوشی اور تکلیف وعذاب بدن عنصری کو بھی پہنچتا ہے۔ بلکہ حالت نیند سے بڑھ کر زیادہ قوت کے ساتھ پہنچتا ہے۔ کیونکہ روح کا بدن سے تجرد اور جدا ہونا موت کی حالت میں بمقابلہ حالت نیند کے زیادہ کامل اور زیادہ قوی ہوتا ہے تو روح بدن کی طرف اس ثواب وعذاب کو بھی اسی قوت کے ساتھ زیادہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ روح کا جدا ہونے کے بعد بھی بدن کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔ اس سے تعلق بالکلیہ منقطع نہیں ہوتا۔

اور اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک بستر میں دو آدمی نیند کرتے ہیں۔ ایک کی روح نیند کے اندر راحت وخوشی میں اور عیش وعشرت میں ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کا اثر اس کے بدن عنصری پر ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرے کی روح نیند کے اندر عذاب میں مبتلاء ہوتی ہے۔ وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کے بدن پر عذاب کا اثر موجود ہوتا ہے۔ اتنے قریب ہونے کے باوجود ایک کو پتہ نہیں ہوتا کہ دوسرے کے ساتھ کیا ہوا۔ اس پر کیا گزری۔

''فامر البرزخ اعجب من ذالک'' برزخ کا معاملہ تو اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے۔ جب برزخ کی یہ حالت آپ پر کما حقہ واضح ہو گئی تو اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برزخ میں قبر کے ثواب وعذاب کی، قبر کے تنگ اور فراخ ہونے کی، قبر کے میت کو بھینچنے کی، اس کے باغ جنت یا نار جہنم کے گڑھا ہونے کی خبریں دی ہیں وہ عقل کے مطابق ہیں حق ہیں۔ ان میں کوئی شک نہیں اور جوان کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلاء ہے تو یہ اس کے سوء فہم اور قلت علم کی وجہ سے ہے جیسا کہ ایک شعر ہے:

وکم من عائب قولاً صحیحاً وآفتہ من الفھم السقیم

بہت سے صحیح بات پر طعن کرتے ہیں اس آفت کا سبب ناقص اور بیمار فہم ہے۔ (کتاب الروح ص ۸۱)

امر چہارم (احوال برزخ اور احوال آخرت کی تفصیلات غیبی امور پر)

بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عالم برزخ اور عالم آخرت کے امور واحول کو غیب کر دیا ہے اور اس جہان دنیا میں مکلّفین کے ادراک سے ان کو چھپا دیا ہے اور یہ اس کے کمال حکمت کا تقاضا ہے تا کہ ایمان بالغیب کے ذریعے مؤمنین اور غیر مؤمنین کے درمیان امتیاز ہو جائے۔ عالم برزخ کے غیبی امور میں سے پہلا امر یہ ہے کہ قریب المرگ آدمی کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں وہ آدمی ان کو دیکھتا ہے۔ وہ اس کے پاس آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ ان کے پاس جنتی یا دوزخ والا کفن ہوتا ہے۔ حاضرین کی دعا خیر ہو یا دعاء شر اس پر آمین کہتے ہیں۔ قریب المرگ کو سلام کرتے ہیں وہ ان کو سلام کا جواب دیتا ہے۔ کبھی لفظوں سے کبھی اشارے کے ساتھ اور کبھی دل کے ساتھ جب بولنے اور اشارہ کرنے کی قوت نہ ہو اور بعض دفعہ قریب المرگ آدمی سے سنا جاتا ہے۔ اھلاً وسھلاً و مرحبا وہ بھی کبھی زبان کے ساتھ، کبھی اشارے، کبھی دل سے۔

ہمارے شیخ نے ایک قریب المرگ کے بارہ میں خبر دی کہ بوقت موت کہا علیک السلام یہاں تشریف رکھئے۔ وعلیکم السلام یہاں بیٹھ جایئے اور خیر النساج کا قصہ مشہور ہے کہ اس نے موت کے وقت کہا اللہ آپ کو عافیت عطا کرے۔ صبر کیجئے کیونکہ جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے وہ فوت نہیں ہوگی اور جس چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے وہ فوت ہو جائے گی۔ پھر پانی منگوایا وضوء کیا اور نماز پڑھی، پھر کہا جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے وہ پورا کیجئے۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گئے۔

اور ابن ابی الدنیا نے ذکر کیا ہے کہ وفات کے دن حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حاضرین کو کہا مجھے بٹھایئے ان کو بٹھا دیا گیا۔ بیٹھنے کے بعد انہوں نے کہا اے اللہ میں وہی ہوں جس کو تو نے حکم دیا۔ اس نے کوتاہی کی، تو نے اس کو منع کیا۔ اس نے نافرمانی کی۔ یہ تین مرتبہ کہا لیکن لا الہ الا اللہ پر مجھے امید ہے۔ پھر اپنا سر اٹھایا اور نظر ایک طرف تک گئی۔ حاضرین نے کہا: اے امیر المؤمنین آپ تیز نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ فرمانے لگے میں ایسے حاضرین کو دیکھ رہا ہوں جو جن وانس نہیں۔ اس کے بعد روح قبض ہو گئی۔

اور مسلمہ بن عبدالملک کہتے ہیں بوقت موت ہم خیمہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھے۔ پھر ہمیں شیخ نے اشارہ کیا نکل جاؤ، ہم نکل گئے۔ نکل کر خیمہ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ صرف خادم آپ کے پاس رہ گیا۔ ہم نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے سنا وہ یہ آیت پڑھ رہے تھے: ''تلک الدار الاخرۃ'' (القصص: ۸۳) یہ دار آخرت ہے، ہم اس کو ان لوگوں کے لئے مختص کرتے ہیں جو زمین میں تکبر اور فساد کا ارادہ بھی نہیں کرتے اور حسن انجام متقی لوگوں کے لئے ہے۔ تم نہ انسان ہو نہ جن۔ پھر خادم باہر نکلا اور اس نے اشارہ کیا کہ داخل ہو جاؤ ہم داخل ہوئے تو ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔

فضالہ بن دینار کہتے ہیں کہ ہم حضرت محمد بن واسع کے پاس حاضر ہوئے موت کا وقت تھا ان پر چادر ڈال

دی گئی۔ پھر انہوں نے کہا: ''مرحبا بملائکۃ ربی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ'' اور میں نے بہت خوشبو سونگی اس جیسی خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگی۔ پھر ان کی نظر گڑ گئی اور فوت ہو گئے۔ بوقت موت فرشتوں کے حاضر ہونے کے دلائل اتنے ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور ان سب کی جگہ اللہ عزوجل کا یہ ایک قول کافی ہے۔ ''فلولا اذا بلغت الحلقوم'' (الواقعہ: ۸۳) پس تم کیوں نہیں (لوٹا لیتے فوت ہونے والے کو) جب روح حلق تک پہنچ گئی۔ حالانکہ تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہمارے فرشتے اور قاصد تم سے اس کے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم ان کو نہیں دیکھتے۔

برزخ کے احوال میں سے یہ پہلا حال ہے اور پہلا امر ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا اور یہ حالت اسی عالم دنیا میں پیش آتی ہے۔ پھر روح قبض کرنے والا فرشتہ اپنا ہاتھ اس کی روح کی طرف پھیلاتا ہے اس کو قبض کرتا ہے۔ اس سے مخاطب ہوتا ہے۔ لیکن حاضرین نہ اس کو دیکھتے ہیں نہ اس کی باتیں سنتے ہیں قرآن کریم میں دوسری جگہ ہے موت کے وقت فرشتے کافروں کے منہ اور پیٹھ پر مارتے ہیں اور ان کو کہتے ہیں جلانے والی آگ کا عذاب چکھو۔ لیکن اس خوفناک منظر کو حاضرین نہیں دیکھتے نہ مار کی آواز سنتے ہیں۔ پھر مؤمن کی جب روح نکلتی ہے تو روح پر اتنا نور ہوتا ہے جیسے سورج شعاع، کستوری سے عمدہ خوشبو، لیکن حاضرین نہ اس کو دیکھتے ہیں نہ ان کو وہ خوشبو محسوس ہوتی ہے نہ اس کو سونگھتے ہیں۔ پھر فرشتوں کی دو جماعتوں کے درمیان روح کو اعزاز واکرام کے ساتھ آسمانوں پر لیجاتے ہیں لیکن حاضرین کو فرشتوں کی وہ دو جماعتیں نظر نہیں آتیں۔ پھر میت کے بدن عنصری کی طرف واپس آتی ہے بدن کے غسل، تکفین اور میت کو اٹھانے کا مشاہدہ کرتی ہے۔ نیک ہوتی ہے تو کہتی ہے ''قدمونی، قدمونی'' مجھے آگے لے چلو، مجھے آگے لے چلو۔ بری ہوتی ہے تو وہ کہتی ہے ''الی این تذھبون بی'' مجھے کس طرف لے جا رہے ہو۔ لیکن لوگ اس آواز کو نہیں سنتے۔

پھر جب اس کو لحد میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس پر مٹی برابر کر دی جاتی ہے تو فرشتوں کے قبر کے اندر داخل ہونے میں یہ مٹی رکاوٹ نہیں بنتی بلکہ اگر پتھر میں جگہ بنا کر میت کے بدن عنصری کو اس میں رکھ کر اوپر تانبہ کی مہر لگا دی جائے تو یہ بھی فرشتوں کے میت کے بدن تک پہنچنے میں مانع نہیں بنتی۔ کیونکہ یہ کثیف اجسام، ارواح کے ان کو پھاڑنے میں رکاوٹ نہیں بن سکتے۔ بلکہ جنات کو بھی یہ نہیں روک سکتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لئے پتھر اور مٹی کو ایسے بنا دیا ہے جیسے پرندوں کے لئے فضا اور قبر کا وسیع ہونا اور کھل جانا اصالتاً اور بالذات روح کے لئے ہوتا ہے بدن عنصری کے لئے تبعاً پس بدن عنصری ایسی لحد میں ہوتا ہے جو ایک ہاتھ سے بھی تنگ ہوتی ہے۔ لیکن روح کے تابع ہونے کی وجہ سے اس کے لئے تاحد نگاہ فراخ ہوتی ہے اور قبر کا اس کے بدن عنصری کو بھینچنا۔ حتیٰ کہ مردوں کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں۔

اس کو نہ ظاہری حس رد کرتی ہے نہ عقل وفطرت اور اگر کوئی ہمت کر کے قبر کو اکھیڑے تو میت کی پسلیوں کو اسی حالت میں دیکھے گا جیسے پہلے تھیں۔ ایک دوسرے میں گھسی ہوئی نظر نہیں آئیں گی اور اس میں کوئی رکاوٹ اور کوئی ممانعت نہیں کہ قبر کے پسلیوں کو بھینچنے کے بعد آن کی آن میں اس کو پہلی حالت پر کر دے۔ پس ملحدین اور زندیقین کے پاس سوائے تکذیب رسول کے اور کچھ نہیں اور بعض صادقین نے بتا دیا کہ اس نے تین قبریں کھودیں۔ جب قبروں کی کھدائی سے فارغ ہوا تو کچھ دیر لیٹ گیا تاکہ آرام کرے۔ اسی حالت میں اس نے خواب دیکھا دو فرشتے

اترے ہیں اور وہ تین قبروں میں سے ایک قبر پر ٹھہرے۔ ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی کو کہا لکھ ''فرسخا فی فرسخ'' (چھ میل) پھر دوسری قبر پر کھڑے ہوئے تو ایک نے کہا (میلا فی میل) پھر تیسری قبر پر کھڑے ہوئے تو ایک نے دوسرے کو کہا ''فترا فی فتر'' پھر بیدار ہو گیا تو دیکھا کہ ایک ایسا آدمی لایا گیا ہے جو اجنبی ہے اور اس کی کوئی اہمیت نہیں اس کو پہلی قبر میں رکھا گیا پھر ایک اور آدمی لایا گیا اس کو دوسری قبر میں دفن کر دیا۔ پھر شہر کے معززین لوگوں کی خوشحال دولت مند عورت کو لایا گیا جس کے اردگرد بہت سارے لوگ ہیں وہ تیسری تنگ قبر میں دفن کی گئی جس کے بارے میں کہا گیا تھا ''فترا فی فتر و الفتر مابین الابہام و السبابہ'' (انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی کے درمیان کا فاصلہ) (کتاب الروح ص ۸۲ تا ۸۴)

امر پنجم (نار دنیا اور نار قبر میں فرق)

بے شک وہ آگ جو قبر میں ہے نار دنیا کی طرح نہیں۔ اسی طرح قبر میں جو ہریالی ہے وہ دنیا کی فصلوں اور کھیتوں والی ہریالی کی طرح نہیں۔ کیونکہ نار قبر نار آخرت اور قبر کی ہریالی آخرت کی ہریالی کی قسم ہے۔ اس لئے جس آنکھ کے ساتھ نار دنیا اور دنیا کی ہریالی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس آنکھ کے ساتھ نار قبر اور قبر کی ہریالی کا مشاہدہ نہیں ہوسکتا۔ رہی یہ بات کہ نار دنیا اور نار قبر میں کیا فرق ہے؟ تو وہ فرق یہ ہے: ''فان اللہ سبحانہ یحمی علیہ ذالک التراب والحجارۃ التی علیہ وتحتہ حتی یکون اعظم حرا من جمر الدنیا'' کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس مٹی کو جو اس کے اوپر ہے اور اس پتھر کو جو اس کے اوپر اور اس کے نیچے ہے، گرم کر دے گا۔ حتیٰ کہ اس میں آگ کے انگاروں سے بھی زیادہ تیز حرارت ہوگی۔ لیکن اگر اس کو اہل دنیا مس کریں گے تو اس حرارت کو محسوس نہ کریں گے۔ بلکہ اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ دو آدمی ایک قبر میں دفن ہوتے ہیں ان میں سے ایک آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں ہے لیکن اس آگ کی حرارت دوسرے تک نہیں پہنچتی۔

دوسرا جنت کے باغات میں سے ایک باغ میں ہے اس کی خوشبو اور اس کی نعمتوں کے اثرات دوسرے تک نہیں پہنچ رہے اور رب تعالیٰ کی قدرت اس سے زیادہ وسیع اور اس سے بھی زیادہ عجیب ترین ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنی قدرت کے ایسے ایسے عجائبات ہمیں دکھائیں ہیں جو اس سے بھی عجیب ترین ہے۔ لیکن لوگوں کی پختہ عادت ہے جو چیز ان کے احاطہ علم سے باہر ہو وہ اس کا انکار و تکذیب کر دیتے ہیں۔ الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق و قدرت سے ان کو بچالے۔ چنانچہ کافر کے لئے آگ کے دو تختے بچھا دیئے جاتے ہیں۔ پس اس کی قبر پر ان دو تختوں کی وجہ سے اس طرح شعلے نکلتے ہیں جیسے تنور کے شعلے ہوتے ہیں۔ پھر اللہ سبحانہ اپنے جن بندوں کو اس پر مطلع کرنا چاہتے ہیں ان کو مطلع کر دیتے ہیں اور جس سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں اس سے غیب کر دیتے ہیں۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سارے بندوں کو اس پر مطلع کر دیں تو احکام خداوندی کی اور ایمان بالغیب کے مکلف ہونے والی بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ نیز لوگ اپنے مردوں کو قبور میں دفن کرنا بھی چھوڑ دیں گے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ دفن کرنا چھوڑ دیں گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں عذاب قبر کی وہ چیخیں سنا دے جو میں سنتا ہوں لیکن جب یہ حکمت چوپائیوں کے حق میں منتفی اور منفی ہے تو چوپائے سنتے ہیں اور اس کا ادراک

کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ چند قبروں کے پاس سے گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا آپ کا خچر اس عذاب کو سن کر اتنا بدکا کہ آپ گرنے کے قریب ہو گئے۔

جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں عذاب قبر کو ظاہر کر دیتے ہیں

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر بطور تائید عذاب قبر کے ظہور کے چند واقعات نقل کئے ہیں۔

۱...... امام ابن قیم فرماتے ہیں مجھ سے ہمارے دوست، ساتھی ابوعبداللہ محمد بن الرزیز الحرانی نے بیان کیا کہ وہ ایک دن عصر کے بعد آمد میں ایک باغ کی طرف گئے اور غروب شمس سے کچھ قبل قبرستان کی طرف چلے گئے۔ایک قبر کو دیکھا وہ آگ کا انگارہ بنی ہوئی ہے اور شیشے کے کوزے کی طرح ہے میت اس کے درمیان میں ہے میں اپنی آنکھوں کو مسلتا ہوں اور دل میں کہتا ہوں کہ میں نیند میں ہوں یا بیدار، پھر میں شہر کی دیوار کی طرف توجہ کرتا ہوں اور میں کہتا ہوں اللہ کی قسم میں سویا ہوا نہیں ہوں۔اسی مدہوشی کی حالت میں اپنے گھر کی طرف آیا۔میرے پاس کھانا لایا گیا مگر میں کھا نہ سکا۔پھر میں شہر میں چلا گیا اور صاحب قبر کے بارے میں جستجو کی۔ پتہ چلا کہ یہ ایک سرکاری کارندہ ہے جو ٹیکس وصولی پر مقرر تھا اور اسی دن وہ فوت ہوا ہے۔قبر میں اس آگ کو دیکھنا ایسے ہی ہے فرشتوں اور جنوں کو دیکھنا کہ ان کو وہی دیکھتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت ومشیت سے دکھا دیں۔

۲...... امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ جو تابعی اور جلیل القدر محدث ہیں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کو کہا کہ میں بدر سے گزرا تو ایک آدمی کو دیکھا وہ زمین سے باہر نکلتا ہے اس کو دوسرا آدمی اس کو لوہے کے ہنٹر کے ساتھ مارتا ہے۔حتیٰ کہ وہ زمین میں غیب ہو جاتا ہے وہ پھر نکلتا ہے تو اس کو اسی طرح لوہے کے ہنٹر کے ساتھ مارا جاتا ہے اور وہ زمین میں چلا جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ابوجہل بن ہشام ہے اس کو قیامت تک عذاب دیا جائے گا۔

۳...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کے بیٹے سالم روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مکہ اور مدینہ کے درمیان چل رہا تھا اور میں نے کجاوہ کے پیچھے پانی کا لوٹا لٹکایا ہوا تھا جب میں قبرستان کے پاس سے گزرا تو اچانک ایک آدمی قبر سے نکلا جس پر آگ کے شعلے اور گردن میں زنجیر تھی جس کو وہ کھینچ رہا تھا۔اس نے دو دفعہ کہا: ''اے عبداللہ! مجھ پر پانی چھڑک۔'' اللہ کی قسم! میں نہ جان سکا کہ اس نے میرے نام سے مجھے پکارا ہے یا جیسے لوگ بلاتے ہیں، ''اے اللہ کے بندے'' اس طرح بلایا ہے؟ اتنے میں ایک اور آدمی نکل کر آیا اس نے بھی دو مرتبہ کہا: ''اے عبداللہ'' اس پر پانی مت چھڑک۔ پھر اس کو زنجیر سے کھینچا اور اس کو قبر میں لوٹا دیا۔

۴...... ہشام بن عروہ اپنے باپ عروہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک سوار مکہ اور مدینہ کے درمیان چل رہا تھا وہ ایک قبرستان کے پاس سے گزرا۔اچانک ایک آدمی اپنی قبر سے نکلا جس پر آگ کے شعلے ہیں اور زنجیر میں جکڑا ہوا ہے۔اس نے کہا: ''اے اللہ کا بندہ! میرے اوپر پانی چھڑک۔'' اتنے میں اس کے پیچھے دوسرا نکل کر آیا، اس نے کہا: ''اے اللہ کا بندہ! اس پر پانی نہ چھڑک۔'' سوار پر غشی طاری ہو گئی اور سواری اس کو مقام عرج کی طرف لے گئی اور جب صبح ہوئی تو اس سوار کے بال سفید ہو چکے تھے۔اس شخص نے یہ قصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نصیحت کی فرمایا کہ کوئی مسافر بھی تنہا سفر نہ کرے۔

۵ ...... (ماں کی گستاخی عذاب قبر کا سبب ہے) ابو قزعہ کہتے ہیں کہ ہم ان بعض پانیوں پر گزرے جو ہمارے اور بصرہ کے درمیان ہیں، وہاں ہم نے گدھے کی آواز سنی ہم نے وہاں کے لوگوں سے پوچھا یہ گدھے کی آواز کیسی ہے؟ انہوں نے بتایا اس آدمی کی رہائش ادھر تھی اس کی حالت یہ تھی کہ اس کی ماں جب اس کے ساتھ بات کرتی تو یہ ماں کو کہتا: ''انھقی نھیقک الحمار'' گدھے کی طرح ہینگ۔ جب یہ فوت ہوا تو اس وقت سے اب تک ہر رات اس کی قبر سے گدھے کے ہینگنے کی آواز آتی ہے۔

۶ ...... (نماز میں تاخیر اور بے وضوء نماز پڑھنا عذاب قبر کا سبب ہے) عمرو بن دینار تابعی کہتے ہیں، اہل مدینہ کے ایک آدمی کی بہن جو مدینہ کے ایک کنارے میں رہتی تھی، وہ بیمار ہوگئی۔ بھائی! اس کی عیادت کے لئے آتا تھا وہ وفات پاگئے بھائی نے اس کو دفن کیا۔ جب وہ واپس آیا تو اس کو یاد آیا کہ وہ اپنی ایک چیز قبر میں بھول آیا ہے اس نے اپنے ایک دوست کے تعاون سے قبر کشائی کی اور اپنا بھولا ہوا سامان نکالا۔ دوست کو کہا آپ ذرا ایک طرف ہوجائیں تاکہ میں اپنی بہن کو دیکھوں کہ وہ کس حالت میں ہے اس نے لحد کو کھولا تو دیکھا آگ کے شعلے ہیں اس نے لحد کو بند کیا قبر کو ٹھیک کیا اور اپنی ماں کے پاس آیا، پوچھا میری بہن کا حال کیسے تھا؟ اس نے کہا آپ کیوں پوچھتے ہیں وہ فوت ہوچکی ہے۔ مگر اس آدمی نے اصرار کیا کہ آپ مجھے ضرور اس کا حال بتائیں ماں نے کہا اس کی حالت یہ تھی کہ (۱) وہ نماز میں تاخیر کرتی اور (۲) میرا خیال یہ ہے کہ وہ بغیر وضوء کے نماز پڑھ لیتی تھی اور (۳) پڑوسیوں کے دروازوں کے ساتھ کان لگا کر ان کی باتیں سنتی اور بات کو پھیلا دیتی۔

۷ ...... (تکبر عذاب قبر کا سبب ہے) مرشد بن حوشب کہتے ہیں کہ میں یوسف بن عمر کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اس کے قریب ایک اور آدمی بھی بیٹھا ہوا تھا جس کے چہرے کا نصف حصہ ایسا تھا گویا لوہے کی پلیٹ ہے۔ یوسف نے اس آدمی کو کہا جو کچھ تو نے دیکھا تھا وہ مرشد کے سامنے بیان کر۔ اس نے کہا کہ میں جوانی میں فواحش کا مرتکب تھا۔ پس جب طاعون کی وبا پھیلی تو میں سرحدات میں سے ایک سرحد کی طرف نکل گیا میں نے وہاں جا کر قبروں کے کھودنے کا کام شروع کیا۔ میں نے ایک رات مغرب عشاء کے درمیان قبر کھودی اور ایک دوسری قبر کی مٹی کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اچانک ایک آدمی کا جنازہ لایا گیا اور اسی قبر میں دفن کیا گیا اس پر مٹی برابر کردی گئی۔ مغرب کی جانب سے دو سفید پرندے آئے جو دو اونٹوں جیسے تھے۔ حتیٰ کہ ان میں سے ایک اس کے سر کی جانب دوسرا پاؤں کی جانب گرگیا۔ پھر دونوں پرندوں نے قبر کی مٹی اکھیڑی اور ان میں سے ایک قبر میں لٹک گیا دوسرا قبر کے کنارے پر بیٹھ گیا اور میں آیا اور قبر کے کنارے پر بیٹھ گیا۔ پس میں نے قبر کے اندر والے پرندے کی آواز سنی۔ وہ کہتا ہے: ''الست الزائر اصھارک فی ثوبین ممصرین تسحبھما کبرا تمشی الخیلاء فقال انا اضعف من ذالک'' کیا تو وہی نہیں جو اپنے سسرال کی زیارت کے لئے دو ایسے کپڑوں میں آتا تھا جو دو ہلکے سرخ رنگ والے ہوتے اور تکبر کی وجہ سے تو ان کو گھسیٹتا ہوا تکبرانہ انداز سے چلتا تھا۔ اس نے کہا کہ میں اس کی سزا برداشت کرنے سے کمزور ہوں۔ پس وہ اس کو ایسی مار دیتا ہے کہ قبر بھر جاتی ہے۔ حتیٰ کہ پانی اور تیل قبر میں بہتا ہوا نظر آتا ہے۔ پھر وہ بدن پہلی حالت پر آجاتا ہے تو وہ دوبارہ اس کو وہی تکبر والا جرم یاد دلاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کو تین دفعہ مارتا ہے اور ہر مرتبہ یہی جرم اس کو یاد دلاتا ہے اور قبر میں پانی اور تیل بہتا ہوا نظر آتا ہے وہ آدمی کہتا ہے پھر اس نے اپنا سر اوپر اٹھایا

میری طرف دیکھا اور کہا دیکھو یہ کہاں بیٹھا ہوا ہے اور اللہ نے اس کو بوجہ حیرت خاموش کر رکھا ہے۔ پھر اس نے میرے چہرے کی ایک جانب پر مارا میں گر گیا اور میں رات بھر ٹھہرا رہا۔ حتیٰ کہ میں نے صبح کی۔ پھر میں دوبارہ قبر کی طرف گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ اسی پہلے والی حالت پر ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قبر میں جو پانی اور تیل نظر آ رہا تھا وہ حقیقت میں آگ تھی جو میت کے لئے بھڑک رہی تھی۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے دجال کے متعلق خبر دی کہ اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی۔ لیکن اس کی آگ حقیقت میں ٹھنڈا پانی ہوگا اور جو پانی نظر آئے گا وہ آگ ہوگی۔

۸...... (سنت کی مخالفت کی وجہ سے قبلہ سے منہ پھر جانا) ایک آدمی نے ابواسحٰق فزاری سے کفن چور کے متعلق پوچھا: کیا اس کی توبہ قبول ہوتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! اگر اس کی نیت صحیح ہو اس آدمی نے کہا کہ میں قبریں اکھیڑتا تھا اور میں لوگوں کو قبر کے اندر اس حالت میں دیکھتا کہ ان کے چہرے قبلہ سے پھرے ہوئے ہیں۔ ابواسحٰق فزاری نے اس کی کوئی وجہ ذکر نہ کی۔ ابواسحٰق فزاری نے اوزاعی سے وجہ پوچھی تو اوزاعی نے جواب دیا کہ واقعی قبر اکھیڑنے والے کفن چور کی توبہ قبول ہو جاتی ہے بشرطیکہ اس کی نیت صحیح ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا صدق نیت ثابت ہو۔ رہی یہ بات کہ لوگوں کے چہرے قبلہ سے پھرے ہوئے ہوتے تھے تو اس کی وجہ یہ ہے: ''فاولئک قوم ماتوا علی غیر السنة'' یہ وہ لوگ ہیں جو موت کے وقت تک سنت کی مخالفت کرتے رہے۔

۹...... (ملاوٹ کرنے والے تاجر کے لئے عذاب قبر) عبدالحمید بن محمود کہتے کہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے پاس کچھ لوگ آئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم حج کے لئے نکلے۔ ہمارے ساتھ ایک ساتھی تھا جب ہم ذات الصفاح مقام میں پہنچے تو وہ فوت ہو گیا۔ ہم نے اس کے کفن کا انتظام کیا پھر ہم نے اس کے لئے قبر کھودی لحد بنائی۔ جب ہم لحد سے فارغ ہوئے تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایک کالا سانپ آیا اور اس سے لحد بھر گئی۔ ہم نے اس کے لئے دوسری قبر کھودی تو اس کی لحد میں سانپ آ گیا۔ تیسری قبر کھودی اس میں بھی یہی حال ہوا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ اس کا طوق ہے جو اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ تم جاؤ اور اس کو کسی قبر میں دفن کر دو اس ذات کی قسم میری جان جس کے قبضے میں ہے۔ اگر تم ساری زمین کھودو یعنی زمین کا جو حصہ بھی کھود دو گے تو تم اس سانپ کو اس میں پاؤ گے۔ پس ہم گئے اور ہم نے اس کو ایک قبر میں دفن کر دیا۔ جب ہم حج سے واپس آئے تو ہم اس کا سامان جو ہمارے پاس تھا اس کے گھر پہنچانے کے لئے آئے ہم نے اس کی بیوی کو کہا تیرا خاوند کیا عمل کرتا تھا؟ اس نے کہا وہ طعام یعنی گندم، کھجور وغیرہ بیچتا تھا اور وہ ہر دن کی اہل وعیال کی روزی کی مقدار اس سے نکال لیتا اور اس کے بدلے اتنی مقدار کا بیکار طعام اس میں ملا دیتا۔

۱۰...... (گستاخ صحابہ کے لئے عذاب قبر) محمد بن الحسین کہتے ہیں کہ مجھے ابواسحاق صاحب الشاط (سڈول بدن کے آدمی) نے بتایا کہ میں ایک میت کی طرف بلایا گیا تاکہ میں اس کو غسل دوں جب میں نے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو اچانک ایک سانپ تھا جو اس کے گلے کا طوق بنا ہوا تھا۔ ابواسحٰق نے اس سانپ کی موٹائی کا بھی ذکر کیا میں نکل آیا اور میں نے اس کو غسل نہ دیا لوگوں نے بتایا کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب (بدگوئی) کرتا تھا۔ (کتاب الروح ص ۸۴ تا ۸۸)

امر ششم (عالم دنیا میں امور غیبیہ)

بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس دنیا میں ایسے احوال وامور پیدا فرماتے ہیں جو اس سے بھی تعجب ناک ہیں جبرئیل نبی علیہ السلام پر اترتے تھے اور آدمی کی شکل میں متشکل ہو کر آپ کے سامنے آتے اور آپ کے ساتھ کلام کرتے۔ آپ اس کے کلام کو سنتے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو آپ کے پاس موجود ہوتے تھے، وہ نہ جبرئیل کو دیکھتے اور نہ جبریل کی آواز سنتے۔ یہی معاملہ ہے دوسرے انبیاء علیہم السلام کا اور کبھی آپ کے پاس وحی آتی گھنٹی کی آواز کی طرح اس کو آپ سنتے لیکن حاضرین اس کو نہیں سنتے تھے اور اسی طرح جنات آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ آوازیں بلند کر کے بولتے ہیں لیکن ہم نہ ان کو دیکھتے ہیں اور نہ ان کی آواز سنتے ہیں اور کبھی ملائکہ کفار کو کوڑوں کے ساتھ مارتے ہیں اور ان کی گردنوں پر مارتے ہیں اور کافروں کو للکارتے ہیں ڈراتے ہیں اور مسلمان بھی ان کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن وہ نہ ان کو دیکھتے ہیں اور نہ ان کے کلام کو سنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے زمین میں بہت ساری ایسی چیزیں پیدا کی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا پردہ ڈال دیا ہے کہ بنی آدم کو وہ چیزیں نظر نہیں آتی اور کبھی جبرئیل نبی علیہ السلام کو پڑھاتے آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے لیکن حاضرین اس کو نہیں سنتے تھے۔

اور جو آدمی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پہچانتا ہے اور اللہ کی قدرت کا اقرار کرتا ہے وہ اس بات کا کیسے انکار کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی اشیاء پیدا کرے جن سے اپنی بعض مخلوق کی نظریں پھیر دے اپنی خاص حکمت کی وجہ سے اور ان پر رحمت کرنے کی وجہ سے کیونکہ وہ ان کو دیکھنے کی اور سننے کی طاقت نہیں رکھتے اور بندہ دیکھنے اور سننے کے اعتبار سے اتنا کمزور ہے کہ وہ عذاب قبر کے مشاہدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور بہت سارے وہ لوگ جن کو اللہ نے مشاہدہ کرایا تو ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور ایک مدت تک ان کی حالت صحیح نہ ہو سکی اور بعض ایسے لوگ بھی تھے کہ جن کے دل سے اللہ نے پردہ اٹھا دیا اور انہوں نے قبر کے عذابات کا مشاہدہ کیا تو وہ مر گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مکلفین کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا ہے یا امور برزخیہ کو اس طرح زیر پردہ کر دیا ہے کہ وہ ان کا مشاہدہ نہیں کر سکتے اور جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو وہ پردہ ہٹا کر ان کو مشاہدہ کرا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ وہ پارہ اور رائی کا دانہ میت کی آنکھوں اور سینے سے ہٹا دے پھر جلدی سے اسی جگہ ان کو لوٹا دے۔ وہ کیسے اس سے عاجز ہو سکتا ہے اور کیسے اس ذات کو قدرت نہ ہوگی جو علی کل شئ قدیر! ہے، فعال لما یرید! ہے اور اس کی قدرت کیسے عاجز ہوگی پارے کو آنکھوں اور سینے پر باقی رکھنے سے اور اس بات سے کہ وہ اس پارے کو نہ گرنے دے۔

اور برزخ کے غیبی امور کا قیاس کرنا دنیا کے مشاہداتی امور پر محض جہالت اور ظلم ہے۔ اصدق الصادقین کی تکذیب اور رب العالمین کی تعجیز ہے اور یہ انتہائی جہالت ضلالت اور ظلم ہے اور جب ایک انسان کو قدرت ہے دس ہاتھ، سو ہاتھ اور اس سے بھی لمبی چوڑی اور گہری قبر بنانے کی اور لوگوں کی آنکھوں سے اس توسیع کو چھپانے کی اور جس کو دکھانا چاہے اس کو دکھانے اور مطلع کرنے کی تو رب العالمین کیسے عاجز ہوگا۔ اس بات سے کہ وہ قبر کو جتنا چاہے جس پر چاہے کشادہ کر دے۔ کشادہ کر کے بنی آدم کی آنکھوں سے اس وسعت اور کشادگی کو چھپا دے۔ چنانچہ بنی آدم کو وہ قبر تنگ نظر آتی ہے۔ حالانکہ وہ وسیع ہے اور وہ بہت ہی خوشبودار، روشن اور پرنور ہے۔ لیکن ان کو نظر نہیں آتی۔

دراصل دارومدار ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مشیّت وقدرت پر۔ اس نے چاہا کہ اولاد والی عمر میں ابراہیم علیہ السلام کو اولاد نہ دے تو اولاد نہ ہوئی اور جب اولاد دینا چاہی تو بیوی بوڑھی بانجھ۔ ابراہیم علیہ السلام بھی بوڑھے تو صرف اولاد ہی نہیں بلکہ اولاد اور اولاد والا اولاد یعنی اولاد در اولاد کی دوہری خوشخبری سنادی۔ ''و بشرناھا باسحق و من وراء اسحق یعقوب'' (ھود: ۷۲) قدرت نے چاہا تو ایک لاٹھی کے مارنے سے دریا کے طوفان وطغیان والے پانی کو روک کر درمیان راستہ بنا کر ''فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم'' (الشعراء: ۶۳) کا حیران کن منظر بنادیا۔

اس نے چاہا تو قدرت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کاغذ کی معمولی پرچی سے خشک دریا نیل کا پانی رواں دواں کردیا۔ اس کی مشیت اور قدرت کہ اس نے کفار مکہ کی صفوں کے درمیان سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح گزار دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان سے گزرتے ہیں اور ان کو نظر نہیں آتے اور جب دکھانا چاہا تو درمیان کے پردے ہٹا کر مدینہ سے بیت المقدس کا نقشہ دکھادیا۔ منوں مٹی کے نیچے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دکھادیا۔ اس کی مشیّت وقدرت کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام پر فلک بوس شعلہ زن بھڑکتی آگ کو گلزار بنادیا اور ہاتھیوں کے لشکر کو پرندوں سے ہلاک کرادیا۔

نمرود جیسے ربوبیت کے دعوے دار طاقت ور بادشاہ کو ایک مچھر کے ذریعے ہلاک کردیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو تیز چھری کے نیچے سے بچالیا۔ پس اس کو قدرت ہے کہ قبر وسیع ہو، روشن ہو، خوشبودار ہو، روضۃ من ریاض الجنۃ ہو۔ مگر لوگوں کو نہ دکھائے۔ ان سے چھپادے، قبر تنگ ہو سانپ بچھو، فرشتے موجود ہوں، گرز بھی لگ رہے ہوں، آگ کے شعلے بھی نکل رہے ہوں۔ لیکن ان کو نظر نہ آئیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے چھپادیں اور جب اس کی مشیّت وقدرت چاہتی ہے تو پردے ہٹا کر جس کو وہ جو چاہتا ہے دکھادیتا ہے۔

امور برزخیہ کے مخفی ہونے اور نظر نہ آتے میں راز اور حکمت یہ ہے کہ قبر کی وسعت، تنگی، روشنی، خوبصورتی اور قبر کی آگ اس جہان کی وسعت وغیرہ کی طرح نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بنی آدم کو اس جہان میں وہی کچھ دکھایا ہے جو اس جہان میں ہے اور اسی جہان سے ہے۔ لیکن وہ امور جو برزخی اور اخروی ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال دیا ہے تاکہ بن دیکھے اس کا اقرار، ان پر ایمان اہل ایمان کے لئے سعادت کا ذریعہ بن جائے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ اس پردے کو کھول دیں گے تو وہی مخفی امور جو پہلے لوگوں کو نظر نہیں آرہے تھے اب وہی ان کو نظر آجائیں گے۔ پس اگر میت لوگوں کے درمیان رکھی ہوئی ہو تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ منکر نکیر میت کے پاس آجائیں۔ اس سے سوال کریں اور میت ان کو جواب دے۔ مگر حاضرین کو فرشتے نظر نہ آئیں اور نہ سوال وجواب سن سکیں۔ نیز میت کے جواب صحیح نہ دینے پر فرشتے اس کو ماریں لیکن حاضرین نہ فرشتوں کو دیکھیں نہ ان کو فرشتوں کے مارنے کا پتہ چلے۔ جیسا کہ ایک آدمی اپنے ساتھی کے بالکل قریب سوجاتا ہے وہ خواب دیکھتا ہے کہ اس کو عذاب دیا جاتا ہے اس کو مارا جاتا ہے اور وہ تکلیف اٹھاتا ہے لیکن پاس ہی جاگنے والا اس سے بالکل بے خبر ہوتا ہے اور مار اور تکلیف کا اثر اس کے جسم کی طرف سرایت کرتا ہے اور جب وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کے جسم پر اثرات ونشانات موجود ہیں۔

اور ملحدین کی ایک بڑی جہالت یہ ہے کہ فرشتوں کا زمین اور پتھر کو چیر کر قبر کی طرف آنا محال سمجھتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور پتھر کو فرشتوں کے لئے اس طرح کر دیا ہے۔ جیسے پرندوں کے لئے فضا اور اجسام کثیفہ کا ارض و حجر کو چیر کر داخل ہونا محال ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ارواح لطیفہ کا قبور کے اندر ابدان عنصریہ کی طرف لوٹنا بھی محال ہو اور جن لوگوں نے امور برزخیہ کا امور دنیا پر اور ملائکہ کا دنیاوی مخلوق پر اور ارواح لطیفہ کا اجسام کثیفہ پر قیاس کیا ہے تو یہ قیاس فاسد اور غلط ہے اور اسی فاسد اور غلط قیاس کی وجہ سے ملحدین، زندیقین نے رسولوں کی تکذیب کی ہے۔ (کتاب الروح ص۸۹، ۹۰)

امر ہفتم (عالم دنیا اور عالم برزخ میں روح و بدن کے تعلق اور حیات میں فرق)

اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ سولی پر لٹکے ہوئے یا غرق شدہ بدن کی طرف یا جلائے ہوئے بدن کے ذرات کی طرف روح کو لوٹا دیا جائے اور ہمیں اس کا شعور نہ ہو سکے۔ کیونکہ عالم برزخ میں روح کا لوٹانا اور اس کے لوٹانے کے اثرات عالم دنیا میں روح کے بدن کی طرف لوٹانے اور اس کے اثرات سے مختلف ہے۔ جیسا کہ دنیا میں جو لوگ انتہائی بے ہوشی میں اور قومہ میں چلے جاتے ہیں تو ان کی روحیں ان کے ساتھ ہوتی ہیں لیکن ان کی حیات کا ہمیں شعور نہیں ہوتا اور جس میت کے بدن کے اجزاء منتشر ہو جائیں تو جو ذات ہر چیز پر قادر ہے اس کے لئے یہ مشکل نہیں کہ وہ روح کا ان منتشر اجزاء کے ساتھ تعلق پیدا کر دے اور روح اور ان اجزاء کے ایک دوسرے سے دور ہونے کے باوجود ان کے درمیان مخفی اور معنوی تعلق کے ذریعے ان کو ایک دوسرے کے قریب کر دے اور اس تعلق واتصال کی وجہ سے ان اجزاء میں راحت اور تکلیف کا اور ثواب وعذاب کا شعور وادراک پیدا کر دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے چار پرندوں کے منتشر اور بکھرے ہوئے ذرات میں حیات وشعور پیدا کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز ونداان کو سنادی اور جب اللہ تعالیٰ نے جمادات میں شعور وادراک پیدا کیا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور پتھر اس کے خوف سے گر جاتے ہیں اور جبال وشجرات اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ کنکریاں، پانی اور نباتات اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے: ''وان من شئ'' (اسراء: ۴۴) دنیا میں جو چیز بھی ہے وہ اللہ کی حمد وتسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔ اگر اس تسبیح سے محض تسبیح حالی مراد ہوتی تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتے: ''ولکن لا تفقھون تسبیحھم'' کیونکہ ہر عقل مند آدمی ان کی تسبیح حالی کو (یعنی بنانے والے پر ان کی دلالت کرنا) سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انا سخرنا الجبال معہ'' (ص: ۱۸) بے شک ہم نے پہاڑوں کو داؤد علیہ السلام کے ساتھ مسخر کر دیا ہے وہ صبح وشام اس کے ساتھ (مل کر) تسبیح کرتے ہیں اور تسبیح حالی ان دو وقتوں کے ساتھ مختص نہیں وہ ہر وقت ہو رہی ہے۔ دو وقتوں والی یہ تسبیح تسبیح قولی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''یجبال اوّبی معہ'' (سبا: ۱۰) اے پہاڑو تم بھی ان کے ساتھ (مل کر) تسبیح کرو۔ اگر تسبیح حالی (یعنی دلالت علی الصانع) مراد ہو تو وہ داؤد علیہ السلام کی معیت کے ساتھ مختص نہیں وہ ہر ایک کے لئے برابر ہے۔ البتہ تسبیح قولی داؤد علیہ السلام کی معیت کے ساتھ مختص ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ اس سے پہاڑوں کی آواز بازگشت مراد ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا ہے۔ کیونکہ یہ بھی داؤد علیہ السلام کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ہر آواز کرنے

والے کے لئے بازگشت ظاہر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''الم تر ان اللہ یسجد لہ'' (الحج:۱۸) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے آگے وہ سب سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور وہ سب جو زمین میں ہیں نیز سورج، چاند، تارے، پہاڑ، درخت، جانور اور بہت سے انسان بھی سجدہ حالی کثیرون الناس کے ساتھ مختص نہیں۔ وہ سب لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اس سے سجدہ حقیقی مراد ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''الم تر ان اللہ یسبح لہ'' (النور:۴۱) کیا تم نے دیکھا نہیں کہ آسمان اور زمین میں جو بھی ہیں اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے پھرتے ہیں ہر ایک کو اپنی نماز اور اپنی تسبیح کا طریقہ معلوم ہے۔ پس یہ نماز اور تسبیح ایسی حقیقت ہے جس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ اگرچہ جاہل اور تکذیب کرنے والے انکار کرتے ہیں اور قرآن کریم میں ہے: ''فقال لھا وللارض ائتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طاعین'' (فصلت:۱۱) اور اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین سے کہا چلے آؤ خوشی سے یا زبردستی دونوں نے کہا ہم خوشی خوشی آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو مخاطب بنایا۔ دونوں نے اللہ تعالیٰ کا خطاب اور کلام سنا اور خوبصورت جواب دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھانا کھاتے وقت طعام کی تسبیح سنتے تھے۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد میں کھجور کے خشک تنے کے رونے کی آواز کو سنا۔ پس جب ان اجسام میں احساس اور شعور ہے تو وہ اجسام جن میں پہلے روح اور حیات تھی ان میں بطریق اولیٰ احساس وشعور ہوگا۔

اور تحقیق اللہ سبحانہ نے اسی دنیا میں اپنے بندوں کو دکھا دیا کہ روح کے جدا ہو جانے کے بعد وہ بدن عنصری کی طرف حیات کاملہ لوٹا سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے ہزاروں بنی اسرائیل کو موت کے بعد حیات کاملہ کے ساتھ زندہ کیا۔ انہوں نے کلام کی، چلے پھرے، کھایا، پیا، نکاح کیا اور اولاد بھی ہوئی۔ قرآن کریم میں ہے: ''الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف'' (بقرہ:۲۴۳) موت کے ڈر سے ہزاروں لوگ اپنے گھروں سے نکلے۔ اللہ نے ان کو حکم دیا مرجاؤ۔ (وہ مرگئے) پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا۔ قرآن کریم میں ایسے متعدد واقعات مذکور ہیں جن میں موت کے بعد ان کو زندہ کرنے کا ذکر ہے جیسے حضرت عزیر علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا مقتول اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر جانے والے ستر اسرائیلی اور جیسے اصحاب کہف اور ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں چار پرندوں کو زندہ کرنا۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد ان اجساد میں حیات تامہ لوٹا دی تو اس قادر مطلق پر کیا مشکل ہے کہ وہ موت کے بعد ان اجسام اور ان کے ذرات کی طرف ایسی حیات لوٹائے جو حیات تامہ نہیں بلکہ حیات ناقصہ اور نوع من الحیات ہے اور اس حیات کے ذریعے ان اجسام میں وہ حکم جاری فرمائے جس کا اس نے فیصلہ کیا ہے اور اس حیات کی وجہ سے ان کو بلایا اور ان کو ثواب وعذاب پہنچائے۔ اس کا انکار محض تکذیب، عناد اور ضد ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے یہ کوئی مشکل نہیں۔

امر ہشتم (عذاب قبر اور عذاب برزخ ایک چیز ہے)

مناسب ہے کہ یہ معلوم کرلیا جائے کہ عذاب قبر ثواب قبر اور عذاب برزخ اور ثواب برزخ ایک ہی چیز ہے اور ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ برزخ عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ''ومن

رائهم برزخ الی یوم یبعثون '' (المومنون:۱۰۰) موت کے وقت سے قبروں سے اٹھنے تک برزخ ہے اور اہل برزخ برزخ میں دنیا اور آخرت دونوں کی طرف جھانکتے ہیں۔ یعنی عالم برزخ من وجہ عالم دنیا کا حصہ ہے، من وجہ آخرت کا حصہ ہے اور برزخ کے عذاب وثواب کا نام عذاب قبر اور ثواب قبر یا روضہ یا حفرۃ النار مخلوق کے غالب افراد کے اعتبار سے ہے ورنہ جو میت سولی پر لٹکی ہوئی ہو یا جس کو جلا دیا جائے اور جو غرق ہو جائے اور جس کو چرند پرند کھالیں ان کو برزخ وقبر میں عذاب وثواب ہوتا ہے۔

گزشتہ زمانے کے لوگوں میں سے ایک آدمی نے گمان کیا کہ جب جسم کو آگ کے ساتھ جلا دیا جائے اور وہ راکھ بن جائے پھر کچھ حصہ دریا میں بہا دیا جائے اور کچھ تیز ہوا میں اڑا دیا جائے تو وہ عذاب سے نجات پا جاتا ہے۔ پس اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ وہ موت کے بعد اس کے ساتھ ایسا ہی کریں۔ بیٹوں نے وصیت پر عمل کیا اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا اس نے ان سب ذرات کو جمع کر دیا جو اس میں تھے۔ زمین کو حکم دیا اس نے ان ذرات کو جمع کر دیا جو زمین میں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کھڑا ہو جا وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا تو نے کیوں ایسا کیا؟ اس نے کہا اے رب! آپ جانتے ہی ہیں کہ میں نے آپ کے ڈر اور خوف کی وجہ سے ایسا کیا۔ اللہ نے اس پر رحم کر دیا۔

پس اس حالت میں اس کے ذرات سے برزخ کا عذاب وثواب فوت نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ اگر درختوں کی چوٹیوں پر جو ہواؤں کے گزرنے کی جگہیں ہیں ان پر میت کو لٹکا دیا جائے تو اس کے لئے عذاب برزخ کا جو حصہ ہے وہ اس کے جسد عنصری کو پہنچے گا اور اگر نیک آدمی کو آگ کے بھٹی میں دفن کر دیا جائے تو برزخ کی نعمتوں اور راحتوں میں جو اس کا حصہ ہے اس کے جسد عنصری کو پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ آگ کو اس پر ٹھنڈا کر دیں گے اور اسی کو سلامتی کا ذریعہ بنا دیں گے اور اس کے برعکس درخت پر لٹکے ہوئے کافر اور بدکار کو عذاب پہنچے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر فضا کو آگ اور زہریلی ہوا میں تبدیل کر دیں گے۔ کیونکہ جہان بھر کے عناصر اور عناصر کے مادہ جات اپنے رب خالق ومالک کے تابع ہیں وہ جیسے چاہتا ہے ان کو پھیرتا ہے اور ان میں سے کوئی چیز بھی اس کے ارادے کی نافرمانی نہیں کرتی بلکہ وہ اس کی مشیّت اور قدرت کے فیصلے کو خوشی سے قبول کرتے ہیں۔ پس جو آدمی اس کا انکار کرتا ہے وہ رب العالمین کی ربوبیت اور اس کی قدرت کا منکر ہے۔ (کتاب الروح ص ۹۱، ۹۲)

امر نہم (دو معاد اور دو بعث)

بے شک موت معاد اور بعث اوّل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے لئے دو معاد اور دو بعث بنائے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ بدکار کو اس کے گناہوں کی سزا اور نیکوکار کو اس کی نیکیوں کی جزا عطاء فرماتے ہیں۔ بعث اوّل یہ ہے کہ روح کا بدن سے جدا ہونا اور اس کا پہلے دار الجزاء کی طرف لوٹنا اور بعث ثانی وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کے اجساد کی طرف لوٹائے گا۔ پھر ان کو ان کی قبروں سے اٹھا کر جنت یا دوزخ میں داخل کرے گا۔ اس کو حشر ثانی کہا جاتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے: ''وتومن بالبعث الاخر'' (تو ایمان لائے آخری بعث کے ساتھ) بعث آخر کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ بعث اوّل کا کوئی بھی منکر نہیں۔ اگرچہ بہت سے لوگ اس میں جزاء اور ثواب

وعذاب کے منکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قیامتوں کا یعنی قیامت صغریٰ جو موت ہے اور قیامت کبریٰ جو یوم آخرت ہے سورۃ المومنون، سورۃ الواقعہ، سورۃ القیامۃ، سورۃ المطففین اور سورۃ الفجر وغیرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

اس کے عدل اور اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ اس نے نیک کار لوگوں کے لئے اور بدکار لوگوں کے لئے دو دار جزاء بنائے ہیں لیکن پوری پوری جزاء معاد ثانی میں ہوگی جو دار القرار ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ''كل نفس ذائقة الموت وانما توفون اجوركم يوم القيامة'' (آل عمران: ۱۸۵) ہر انسان نے موت کو چکھنا ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ قیامت کے دن تمہیں پورے پورے اجر دیئے جائیں گے اور اس کے عدل اسمائے حسنیٰ کمال مقدس کا تقاضا ہے اپنے دوستوں کے ابدان اور ان کی ارواح کو نعمتوں کی صورت میں انعام واکرام نصیب کرنا اور اپنے دشمنوں کے ابدان وارواح کو عذاب دینا ضروری ہے کہ فرمانبرداروں کے روح وبدن کو نعمتیں اور نعمتوں کی لذات چکھائے جو اس کے لائق ہے اور نافرمان کے روح وبدن کو سزا وعذاب اور اس کی تکلیف ودرد چکھائے جس کا وہ مستحق ہے۔ یہی مقتضا ہے اس کے عدل، حکمت اور پاکیزہ مقدم کمال کا اور چونکہ عالم دنیا تکلیف وامتحان کا گھر ہے، دار الجزاء نہیں۔ اس لئے اس میں اللہ تعالیٰ نے عالم برزخ اور عالم آخرت کی جزا وسزا کو لاگو نہیں کیا۔

برزخ پہلا دار الجزاء ہے اس میں اس جزاء سزا کو ظاہر کیا جو اس کے لائق ہے اور جس کے ظاہر کرنے میں اس کی حکمت کا تقاضا ہے اور جب قیامت کبریٰ قائم ہوگی تو اہل طاعت اور اہل معصیت کے ابدان وارواح کو پورا پورا ثواب وعذاب دیا جائے گا جس کے وہ مستحق ہوں گے۔ پس برزخ کا عذاب وثواب آخرت کے عذاب وثواب کا آغاز ہے۔ کیونکہ عذاب آخرت سے اہل برزخ کی طرف عذاب وثواب پہنچتا ہے۔ یعنی برزخ کا عذاب وثواب۔ آخرت کے عذاب وثواب کا حصہ ہے جو اس سے نکل کر قبر میں میت کے بدن کی طرف پہنچتا ہے۔

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: ''فيفتح له باب من الجنة فيأتيه من روحها ونعيمها وفي الفاجر فيفتح له باب الى النار فيأتيه من حرّها وسمومها'' نیک آدمی کے لئے قبر میں جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اس دروازے سے اس کے پاس جنت کی خوشبوئیں اور نعمتیں پہنچتی ہیں اور کافر کے لئے آگ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس سے اس کی طرف آگ کی تپش اور اس کی زہریلی ہوا پہنچتی ہے اور یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ یہ عذاب وثواب روح اور بدن دونوں کو پہنچتا ہے۔ بدن بھی اپنا حصہ لیتا ہے جیسا کہ روح اپنا حصہ لیتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۹۲، ۹۳)

فائدہ: امام ابن قیم کی تحقیقات سے پتہ چلا کہ ان کا اور تمام اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں اجمالاً احادیث مبارکہ میں تفصیلاً جن امور برزخیہ اور جن احوال قبر کی خبر دی گئی ہے۔ جیسے قبر میں مستحقین عذاب کے لئے مختلف قسم کے عذابات اور مستحقین ثواب کے لئے مختلف انعامات پھر ان عذابات کے درد والم اور تکلیف کے احساس اور شعور وادراک کے لئے نیز انعامات کی لذات وآسائشات کے احساس اور شعور وادراک کے لئے حیات قبر ان سب امور کا تعلق ابدان مثالیہ کا فوریہ کے ساتھ نہیں بلکہ اموات کی ارواح اور ابدان عنصریہ دونوں یا ابدان عنصریہ کے اجزا وذرات کے ساتھ ہے۔ البتہ ارواح کے ساتھ اصالتاً اور ابدان کے ساتھ تبعاً ہے اور جب عام وکفار کے ابدان عنصریہ قبور ارضیہ میں زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام کے ابدان عنصریہ مبارکہ اعلیٰ درجہ کی حقیقی حیات کے ساتھ بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔ خصوصاً نبی الانبیاء، امام الانبیاء کی حیات مبارکہ سب سے اعلیٰ ہے۔